هفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

نگرانِ اعلیٰ

مولانا مفتی محمود

۲۲
۱۵

فضلاء دارالعلوم دیوبند کی عالمی مؤتمر کے قیام کا تاریخی فیصلہ

جذبہ اشاعت اسلام کا نام دار العلوم ہے

حضرة مفتی محمود کا دیوبند میں خطاب

دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کی مفصل رپورٹ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں

۱۱ اپریل تا ۱۷ اپریل ۱۹۸۰ء | شمارہ ۱۵ | قیمت ایک روپیہ پچاس پیسیہ

مرحبا مرحبا!

مرحبا مرحبا آفریں آفریں
رشکِ جنت بنی دیوبند کی زمیں

ساری دنیا سے عشّاق جمع ہوئے
کیوں نہ تجھ کو کہوں راحتِ عاشقیں

شرق تا غرب دھومیں مچی ہیں تری
ناز کیوں نہ کریں تجھ پہ تیرے مکیں

تجھ سے سنّت کی بادِ بہاری چلی
تیرے محبوب ہیں سیّد المرسلیںؐ

تُو نے پرچم اڑائے ہیں توحید کے
تُو نے عالم میں پھیلایا دینِ مبیں

سو رہے ہیں تری گود میں آج بھی
کیسے کیسے جری کیسے کیسے حسیں

ہے معطّر فضا تیرے اعمال سے
تیرے اقوال میں نورِ صدق و یقیں

راستہ ہے ترا سلف کا راستہ
تجھ سے جو کٹ گیا وہ کہیں کا نہیں

مرکزِ رشد کتنا بجا ہے تجھے
تیرا مقصد ہے تبلیغِ دینِ متیں

تیرے معمار شاہوں سے دبتے نہ تھے
گو میسّر نہ تھی ان کو نانِ جویں

قادری زر اگلتی رہی یہ زمیں
ایک سے ایک بڑھ کر ہوئے مہ جبیں

اکرام القادری

افغانستان میں اسلام کا نام

مردان میں شہریوں کے استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے جناب صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے کہا ہے کہ روس کی فوجی مداخلت کے بعد افغانستان میں اسلام کا نام لینا ناممکن ہو چکا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ پاکستان میں اسلامی نظریہ کی ترویج حکومت اور عوام دونوں کی ذمہ داری ہے، کیونکہ پاکستان اسی نظریہ کی بناء پر وجود میں آیا تھا اور اس مقصد کے لئے برصغیر کے مسلمانوں نے عظیم الشان قربانیاں پیش کی ہیں۔

جناب صدر کی وساطت سے عوام تک پہنچنے والی اس خبر نے اسلامیان پاکستان کو بالخصوص اور عالم اسلام کو بالعموم ایک اندوہناک کرب و اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ گو کمیونزم کے منطقی نتائج یہی ہیں جو افغانستان میں رونما ہو رہے ہیں اور اس سے قبل بھی روس کے مقبوضہ اسلامی علاقوں میں یہی کچھ ہو چکا ہے جس کا اعادہ افغانستان میں کیا جا رہا ہے، مگر اس خون کے آنسو رُلا دینے والی صورتحال پر ٹھنڈے پیٹوں بیٹھے رہنا اور افغانی مسلمانوں کو ان کی قسمت کے حوالے کر دینا بہت بڑا المیہ ہے۔

اور یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اب تک اسلامی دنیا نے یہی کچھ کیا ہے۔ کسی بھی اسلامی ملک کی طرف سے افغان مجاہدین کی خاطر خواہ امداد نہیں کی گئی۔ اگر افغان مجاہدین کی پشت پر کم از کم عالم اسلام کی عملی قوت ہوتی تو روس اپنے تمام تر لاؤ لشکر کے باوجود کبھی کا دُم دبا کر بھاگ جاتا۔

خدا نخواستہ اگر عالم اسلام اسی طرح سے خواب گراں کا شکار رہا اور اس نے اپنے افغان بھائیوں کی اپنے وسائل کے مطابق امداد نہ کی تو عین ممکن ہے کہ حق و صداقت کی وہ مشعلیں بجھ جائیں جو افغان مجاہدین نے اپنے گرم اور تازہ خون سے روشن کی ہوئی ہیں۔

سرکاری اور عوامی سطح پر عالم اسلام کا یہ فرض ہے کہ وہ احساس ذمہ داری کا ثبوت دے اور ہر اس کوشش سے دریغ نہ کرے جو ممکن ہو۔ افغانستان میں کمیونزم کی یلغار کو روکنے کا یہی ایک واحد راستہ ہے کہ ہم اپنی تمام تر توانائیوں کو مجتمع کر کے افغانستان کے بے یار و مددگار مسلمانوں کی بھرپور امداد کریں۔ ورنہ ہمارا اپنا ملک جس کے لئے یقیناً عظیم الشان قربانیاں دی ہیں اور جو اسلام کے عادلانہ نظام کے عملی نفاذ کے لئے معرض وجود میں آیا تھا اس آگ کی لپیٹ میں آ سکتا ہے جس کے شعلے ہمارے ہمسایہ اور برادر ملک افغانستان میں اسلامی تہذیب و تمدن کو خاکستر کر دینے پر تلے ہوئے ہیں۔

اس ہولناک آتش سوزاں سے بچنے کی اوّل و آخر یہ تدبیر بھی ہے کہ ہم اپنے ملک میں فوری طور پر اسلام کے نظام عدل کا نفاذ کر دیں اور غیر ضروری مصلحتوں کو یکسر خیرباد کہہ دیں۔

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۲۲ | شمارہ نمبر ۱۵

جمعتہ المبارک ۳۰ جمادی الاوّل ۱۴۰۰ھ

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ ۶۵ روپے
ششماہی ۳۳ روپے
سہ ماہی ۱۷ روپے

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

خط و کتابت: ترجمان اسلام چوک رنگ محل لاہور

آغا محمد یحییٰ پرنٹر پبلشر مولانا عبیداللہ انور نے ... لاہور سے

حافظ ارشاد احمد دیوبندی

سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

عمر:- ۲۵۰ یا ۳۵۰ سال

"اگر ایمان ثریا پر معلق ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو وہاں سے بھی لے لیتے۔"

★ ——— حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابوعبداللہ سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق وصداقت کی تلاش کے لئے جو عظیم مصائب برداشت کئے ہیں آج کے منطقی دور میں ان کے تصور سے بھی شاید یہ صاحب ادر بابو لوگ اپنے محدود دعقل کی رسائی نہ پاکر دیگر احکامات اسلامیہ کی طرح انکار ہی کردیں، مگر جیسا کہ حقیقت کے انکار سے حقیقت کی ہیئت کذائی بدل نہیں جاتی اسی طرح حضرت سلمان فارسی رضؓ، جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت میں سے قرار دیا ہے' نے اسلام حق کو تلاش کرنے کے لئے کہاں کہاں بادہ پیمائی، صحرانوردی کرکے اور چٹانوں کے دل چیر کر اصفہان سے مدینہ منورہ تک پہنچے ہیں۔ اس عجیب داستان احسن القصص اور سچے سفر نامہ کو حوالۂ قلم کرتے ہوئے آنکھوں سے آنسو رواں رہے۔ جو لوگ صحابہ کرام رضؓ کے لاثانی علو مرتبہ کے فلسفہ کو سمجھنے سے کئی قسم کے عقلی عذر مختلف بہانوں سے پیش کرتے رہتے ہیں۔ اگر قسمت اور مقدر اچھا ہے تو احقر راقم عفا اللہ عنہ کے خیال میں ان کے لئے صرف یہی ایک داستان حق ہی کافی ہے۔ شمائل نبوی میں مرقوم ہے کہ اس میں شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی تعلیم کا صحیح عملی خاکہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کی پوری پوری نقل اگر کسی نے اتاری ہے تو وہ صحابہ کرام رضؓ کی جماعت ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر بھی متابعت رسول علیہ السلام ختم ہو گئی ہے۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے غرض زندگی کے ہر حال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں حاضر رہے۔ جیسا آپ علیہ السلام کو فرماتے یا کرتے دیکھتے اس کی حرف بحرف متابعت کرتے جاتے۔ آنحضرت علیہ السلام بھی جنس کے لحاظ سے انسان تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بتقاضائے بشریت وانسانیت اپنی حیات طیبہ میں انہی مراحل ومنازل سے گذرتے رہے جنکو ہمیں انسان ہونے کے حیثیت سے طے کرنا پڑتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے بھی کھایا پیا اور پہنا، آپ علیہ السلام بھی سوئے جاگے چلے پھرے، لوگوں سے ملے جلے، گھربار کے بکھیڑوں سے بھی دو چار ہوئے اور انہی لوازمات بشریہ کی طرف اشارہ ربانی ہوا ہے:

قل انما انا بشر مثلکم

یعنی کہہ دیجئے کہ میں (بحیثیت جنس) انسان ہوں۔ اس لئے صحابہ رضؓ کو اپنی زندگی میں ہر ہر فعل وحرکت کی مثال حضور اکرم علیہ السلام کی حیات طیبہ میں ملتی چلی گئی اور وہ اس کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتے چلے گئے جس کلام کو جیسے سنا ویسے ہی ہمیں سنایا اور جس کام کو جیسے کرتے دیکھا ویسا ہی ہمیں کرکے دکھلایا۔ اگر انہوں نے نمازیں پڑھ کر دکھائیں، روزے رکھ کر روزے سکھائے تو کھا پی کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے پینے کے طریقہ کو بھی بتایا۔ انہوں نے چل پھر کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ورفتار کی صحیح تصویر بھی ہمارے سامنے اتار دی۔ غرض انہوں نے اپنی پوری زندگی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگ لیا تھا۔ یوں کہنا چاہیئے کہ:

لقد کان لکم فی
رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔

صحابہ کرام رضؓ نے منشا خداوندی کو صحیح طور سے عملی میدان میں ثابت کرکے بتایا۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ صرف عبادت یا کسی ایک شعبۂ زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت چاہتے تو چند روز میں یہ مقصد حل ہو سکتا تھا مگر دربار نبوی کی ہر وقت کی حاضری میں اور چوبیس گھنٹے کی معیت وصحبت میں جو اندرونی اہم مقصد کام کر رہا تھا وہ یہ تھا کہ زندگی کا کوئی جزوی سے جزوی شعبہ بھی آپ علیہ السلام کی متابعت سے خالی نہ رہ جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی وفطری عادات و

خصائل و مذاق و رجحان طبع کی بھی ایسی نقل اتارتے چلے گئے جس طرح ایک عقلمند اطاعت شعار بچہ اپنے ماں باپ کی زندگی کی نقل اتارتا ہے۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کدو یعنی گھیئے کے قتلے پیالہ میں سے تلاش کر کے تناول فرما رہے ہیں تو فرماتے ہیں کہ اسی روز سے میری طبیعت کو کدو مرغوب ہو گیا۔

اللہ اکبر! طبیعت کا ذوق جو تقریباً غیر اختیاری معلوم ہوتا ہے اس کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فطری ذوق کے مطابق ڈھال لینے پر صحابہ رضؓ کو کیسی قدرت حاصل تھی۔ اسی طرح مدینہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت جب حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کو دنیا کے مہمان اعظم کی مہمانی و ضیافت کی خوش نصیبی حاصل ہوئی تو جو کھانا انصار کے پاس سے یا خود حضرت ابو ایوب رضؓ کے مکان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ اپنے سامنے کا بچا ہوا کھانا حضرت ابو ایوب کو عنایت فرماتے اور حضرت ابو ایوب بڑے شوق سے اس کو پیتے اور جہاں انگشت ہائے مبارک کے نشانات ہوتے وہیں سے کھانا شروع کرتے۔ ایک روز حضور انور علیہ السلام نے کھانا بغیر چھوئے حضرت ابو ایوب رضؓ کو بھجوا دیا حضرت ابو ایوب رضؓ یہ دیکھ کر کہ کھانا تو آپ علیہ السلام نے نوش نہیں فرمایا کانپ اٹھے، اور اس کا سبب دریافت کیا۔ ارشاد ہوا کہ اس میں کچی لہسن ہے اور کچا لہسن چونکہ ہمیں نامرغوب ہے اس لئے ہم نے اُن کو نہیں کھایا حضرت ابو ایوب رضؓ یہ جواب سنتے ہی بول اٹھے؛

"اِنی اکرہ ما تکرہ"

یعنی آج سے میں بھی اس چیز لہسن کو ناپسند کروں گا جسکو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے ہیں۔ ایک بار کسی نے عبداللہ بن عمر رضؓ سے دریافت کیا کہ آپ رضؓ بے بالوں والے چمڑے کا جوتا کیوں پہنتے ہیں؟ آپ رضؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی جوتا پہنتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے میری طبیعت کو یہی پسند ہے۔ غرض اس قسم کی مثالیں صحابہ کرام رضؓ کی زندگی میں ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں ہیں۔ اب ان تمام واقعات کو پیش نظر رکھ کر اگر ہم اپنی موجودہ حالت پر غور کریں تو ہمکو معلوم ہوگا کہ ہماری ذہنیتیں اور ہمارے خیالات صحیح نقطۂ نظر سے کسقدر ہٹ چکے ہیں اور ہماری زندگیاں دینی مرکز سے کتنی دُور جا چکی ہیں؟ کسی وقت ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پر مٹتے تھے، آج ہم اپنی ذاتی مرضی کے بندے ہیں۔

کسی وقت ہم ایسے کھانے پیتے جاگتے سوتے چلتے پھرتے بات کرتے تھے جیسا کہ آپ علیہ السلام نے کھایا پیا، سوئے جاگے چلے پھرے اور گفتگو فرمائی۔ آج ہم یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر اپنی جدا جدا ذاتی رجحان طبع کے مطابق۔

حضرۃ سلمان فارسیؓ کا جذبہ صادق

مثل مشہور ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی کی کوشش اور محنت صادقہ کو ضائع نہیں کرتا۔ جب حضرت سلمان فارسی رضؓ نے اپنے آبائی دین کو دیکھا کہ وہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔ بندہ اپنے جیسی مخلوق کی پرستش اور عبادت کرتا ہے اور مالک معبود حقیقی کا خوف کالعدم ہو چکا ہے تو ان کے دل نے یہ فیصلہ کر لیا کہ حق کی تلاش میں خواہ زندگی ہی سے کیوں نہ ہاتھ دھونے پڑیں حق کو ہر حالت میں تلاش کر کے رہوں گا۔

کتب احادیث میں متعدد مقامات پر حضرت سلمان فارسی رضؓ کے واقعات اور مناقب موجود ہیں۔ شمائل ترمذی میں حضرت عبداللہ بن بریدہ رضؓ کی روایت یوں منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضؓ تازہ کھجوریں لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سلمان رضؓ یہ کیسی کھجوریں ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ علیہ السلام پر اور آپ علیہ السلام کے ساتھیوں کے لئے صدقہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ اس لئے میرے سامنے سے اٹھا لو۔ دوسرے دن پھر بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ حضرت سلمان کھجوروں کا ایک طباق لائے اور حضور اقدس علیہ السلام کے ارشاد پر سلمان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی شرکت فرمائی۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی تو مسلمان ہو گئے۔ اسوقت آپ رضؓ ایک یہودی کے غلام بنے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو خریدا (مجازاً خرید کے لفظ سے تعبیر کر دیا ورنہ حقیقت میں انہوں نے حضرت سلمان فارسی کو مکاتب بنایا ہوا تھا۔ مکاتب بنانا اس کو کہتے ہیں کہ آقا غلام سے یہ معاملہ کرلے کہ اتنی مقدار جو آپس میں طے ہو جائے کما کر دیدو پھر تم آزاد ہو) اور بدل کتابت بہت سے درہم قرار پائے اور نیز یہ کہ حضرت سلمان ان کے لئے تین سو کھجور کے درخت لگائیں اور ان درختوں کے پھل لانے تک ان کی خبر گیری کریں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ درخت لگائے۔ حضور علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ سب درخت اسی سال پھل لے آئے مگر ایک درخت نہ پھلا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ درخت حضرت عمر رضؓ کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکالا اور دوبارہ اپنے دست مبارک سے لگایا۔ یہ معجزہ تھا کہ درخت بے موسم اسی سال پھل لے آئے۔

(شمائل ترمذی)

حضرت سلمان فارسی رضؓ اس حدیث شریف کی رو سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

آزاد کردہ ہوئے۔ اصل آپ کی فارس کی قوم "رامہرمز" میں سے ہے اور محققین کا خیال ہے کہ اصل میں حضرت سلمانؓ "اصفہان" کے ایک گاؤں کے جس کو "جیے" کہتے ہیں اُکے رہنے والے تھے اور مذہب کی تلاش میں گھر سے نکلے تھے۔ پہلے انہوں نے نصرانیت کا دین اختیار کیا اور اس مذہب کی تمام کتابیں پڑھیں اور بڑی بڑی مشقتوں پر صبر کیا۔ پھر اس کے بعد عرب کی ایک قوم نے ان کو پکڑ کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس سے اس نے آپؓ سے مکاتبت کر لی۔ پھر حضور نے اس مکاتبت کے ادا کرنے میں ان کی امداد فرمائی اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں اس طرح آ گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے اور آپؓ ان لوگوں میں سے تھے جن کے لئے جنت مشتاق ہے۔ آپؓ کی یہ بھی بڑی اچھی اور عمدہ وصف زندگی بھر رہی کہ آپؓ بجز اپنی کمائی کے اور کچھ نہ کھاتے تھے اور جو کچھ آپ کو ملتا تھا وہ سب کچھ لوگوں کو ہبہ فرما دیتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی کثرت سے تعریف فرمائی ہے نیز مذکورہ حدیث کے فوائد لکھتے ہوئے خصائل نبوی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم نے لکھا ہے اس حدیث میں علماء نے بہت سی علمی تحقیقات فرمائی ایلہ حضرت شیخ الحدیث نے الہدایا مشترکہ" پر ایک طویل علمی بحث فرمائی ہے مگر ہم صرف وہ حصہ جو حضرت سلمان فارسی سے متعلق ہے عرض کرتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ جلیل القدر صحابہؓ میں سے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب قرآن شریف کی آیت وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم (سورہ محمدؐ) نازل ہوئی جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم ایمان لانے سے روگردانی کروگے تو اللہ جل شانہ تمہاری جگہ ایک دوسری قوم کو لے آئیگا جو تم جیسی نہ ہوگی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہوں گے جو ہماری جگہ آئیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ "یہ اور اس کی قوم"۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:

"اس ذات کی قسم جس
کے قبضے میں میری جان
ہے اگر ایمان ثریا پر معلق
ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ
اس کو وہاں سے بھی
لے لیتے"۔

علماء نے لکھا ہے کہ یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بشارت ہے (اور آج تجربہ نے بھی اس چیز کی تصدیق کر دی ہے۔ صرف پاکستان کے عربیہ مدارس کا جائزہ لے کر دیکھا جائے تو تقریباً کوئی ایسا عربی مدرسہ شاید مل سکے جس میں ایرانی طلبہ موجود نہ ہوں، ہمارے شہر ظاہر پیر میں مدرسہ احیاء العلوم جو برادرم حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی مدظلہ کی زیر قیادت، دینی علوم کی ایک اوسط درجے کی درسگاہ ہے اس میں بھی بیسیوں ایرانی طلباء بڑے انہماک اور محنت سے تعلیم قرآن و حدیث حاصل کرنے میں کوشاں نظر آتے ہیں، تو ان کو دیکھ کر حضرت سلمان فارسیؓ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے)" از احقر راقم عفا اللہ عنہ"

حضرت سلمانؓ خود اپنے ایمان لانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں جو حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے اور اس میں ان علامات کا بھی ذکر موجود ہے کہ جنکا انہوں نے امتحان لیا۔ فرماتے ہیں کہ میں صوبہ اصبہان میں ایک جگہ کا رہنے والا ہوں جس کا نام "جے" تھا۔ میرا باپ اس جگہ کا چودھری اور سردار تھا اور مجھ سے بہت ہی زیادہ اس کو محبت تھی۔ میں نے اپنے قدیم مذہب (مجوسیت) میں اتنی زیادہ کوشش کی کہ میں آتشکدہ کا محافظ بن گیا۔ مجھے باپ نے ایک مرتبہ اپنی جائیداد کی طرف بھیجا۔ راستہ میں میرا گذر نصاریٰ کے گرجے پر ہوا۔ میں سیر کے لئے اس میں چلا گیا۔ میں نے انکو نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے وہ پسند آگئی اور میں پھر اس دین (نصاریٰ) کو پسند کرنے لگا۔ شام تک میں وہیں رہا۔ ان سے میں نے دریافت کیا کہ اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ شام میں ہے۔ رات کو میں گھر واپس آیا۔ گھر والوں نے پوچھا کہ تمام دن کہاں رہا؟ میں نے تمام قصہ سنایا۔ باپ نے کہا کہ بیٹا وہ دین اچھا نہیں ہے۔ تیرا اور تیرے بڑوں کا جو دین ہے وہی بہتر دین ہے۔ میں نے کہا ہرگز نہیں وہی دین نصاریٰ بہتر دین ہے۔ باپ کو میری طرف سے خدشہ ہو گیا کہ کہیں یہ چلا نہ جائے اس لئے میرے پاؤں میں ایک بیڑی ڈال دی اور گھر میں قید کر دیا۔ میں نے ان عیسائیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام سے سوداگر لوگ جو اکثر آتے رہتے تھے آئیں تو مجھے اطلاع کرا دیں۔ چنانچہ کچھ سوداگر آئے اور ان عیسائیوں نے مجھے اطلاع کرا دی۔ جب وہ سوداگر واپس جانے لگے تو میں نے اپنے پاؤں کی بیڑی کاٹ دی اور بھاگ کر ان کے ساتھ شام چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے تحقیق کی کہ اس مذہب کا سب سے زیادہ ماہر کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ گرجا میں رہتا ہے۔ فلاں بشپ ہے میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے تمہارے دین میں داخل ہونے کی رغبت ہے اور تمہاری خدمت میں رہنا چاہتا ہوں۔ اس نے منظور کر لیا میں اس کے پاس رہنے لگا، مگر وہ کچھ اچھا آدمی نہ نکلا۔ لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دیتا اور جو کچھ جمع ہوتا اس کو اپنے خزانے میں رکھ لیتا غریبوں کو کچھ نہ دیتا۔ وہ مر گیا تو اس کی جگہ دوسرے شخص کو بٹھایا گیا، البتہ وہ اس سے بہتر تھا اور دنیا سے بھی بے رغبت تھا تو پھر میں اس کی خدمت میں رہنے لگا۔ اس سے مجھے بہت محبت ہو گئی۔ بالآخر وہ بھی مرنے لگا تو میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے کسی کے پاس رہنے کی وصیت کر دو۔ اس نے کہا کہ میرے طریقہ پر صرف ایک شخص دنیا میں ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ وہ موصل میں رہتا ہے۔ اس کے پاس چلے جانا۔ میں اس کے مرنے کے بعد موصل چلا گیا اور اس کو جا کر اپنا پورا قصہ سنایا اس نے مجھے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ وہ بہترین آدمی تھا۔ آخر اس کی بھی وفات ہونے

ابو عمار زاہد الراشدی

فضلاء دارالعلوم دیوبند کی عالمی مؤتمر کے قیام کا تاریخی فیصلہ

مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ سرپرست اور مولانا اسعد مدنی صدر چن لئے گئے

مؤتمر کا صدر دفتر دیوبند میں ہوگا اور ہر ملک میں شاخیں قائم کی جائیں گی۔

دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات ۲۳ مارچ کو ظہر کے وقت حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ کی دعا پر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئیں۔

یہ تقریبات تین دن جاری رہیں اور ان میں ہندوستانی اخبارات کی رپورٹوں کے مطابق ۱۵ سے ۲۰ لاکھ کے درمیان مسلمانوں نے شرکت کی۔

صد سالہ اجلاس کی پانچ کھلی نشستیں منعقد ہوئیں۔ اس کے علاوہ محفل قرأت اور "دینی تعلیم اور عصر کے تقاضے" کے عنوان سے مجلس مذاکرہ کی دو نشستوں کا بھی اہتمام کیا گیا۔

ان تقریبات سے جن سرکردہ حضرات نے خطاب فرمایا، ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :-

۱۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، دیوبند
۲۔ جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی، دیوبند
۳۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھنؤ
۴۔ حضرت مولانا مفتی محمود پاکستان
۵۔ جناب شیخ محمد عبداللہ چانسلر جامعہ اسلامیہ ریاض
۶۔ جناب شیخ عبداللہ محمد بن حمید چیف جسٹس، سعودی عرب
۷۔ جناب شیخ عبدالفتاح ابو غدہ استاذ جامعہ ابن سعود ریاض
۸۔ جناب شیخ عبداللہ علی محمود چیف جسٹس شارجہ
۹۔ جناب شیخ عبداللہ العقیل مدیر شئون اسلامیہ کویت
۱۰۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب امیر تبلیغی جماعت
۱۱۔ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی دہلی۔
۱۲۔ حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی علی گڑھ
۱۳۔ حضرت مولانا محمد اجمل خاں صاحب لاہور
۱۴۔ حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدی ساہیوال
۱۵۔ حضرت مولانا غلام اللہ خان راولپنڈی
۱۶۔ جناب مرزا غلام نبی جانباز لاہور
۱۷۔ جناب مولانا اسماعیل عبدالرزاق، قاہرہ
۱۸۔ جناب مولانا عبیدالحق، ڈھاکہ
۱۹۔ جناب مولانا عبدالحق عمرجی، جنوبی افریقہ۔

ان کے علاوہ دیگر علماء کرام، دانشوروں اور فضلاء نے بھی خطاب فرمایا۔ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے علاوہ افتتاحی نشست میں بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے دارالعلوم کی دینی و ملی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اسلام کی اشاعت اور برصغیر کی آزادی کے لئے دارالعلوم کی جدوجہد کو سراہا اور دارالعلوم کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا۔

عمائدین کے خطابات، تجاویز اور اہم فیصلوں پر مشتمل رپورٹ دارالعلوم کے دفتر اہتمام سے عنقریب جاری کی جا رہی ہے جو موصول ہوتے ہی قارئین کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔

افغانستان کا مسئلہ

صد سالہ اجلاس کی آخری نشست میں ایک قرارداد کے ذریعہ افغانستان میں روسی جارحیت کی کھلم کھلا مذمت کی گئی اور افغانستان کی غیر جانبداری کو عملی طور پر قائم کرنے کے لئے روسی افواج کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا۔ علاوہ ازیں تقریبات میں افغانستان کے اہم انقلابی راہنما اور حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے سربراہ مولانا محمد نبی محمدی بھی شریک ہوئے اور انہوں نے دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلمانوں کو افغانستان میں روسی جارحیت کی تفصیلات اور تازہ صورتحال سے آگاہ کیا۔

فضلاء کی عالمی مؤتمر کا قیام

صد سالہ اجلاس کے موقع پر جمع ہونے والے فضلاء دارالعلوم نے باہمی رابطہ کے لئے دارالعلوم کے فضلاء و ابناء قدیم کی عالمی مؤتمر قائم کرنے کا فیصلہ کیا جس کا صدر دفتر دیوبند میں ہوگا۔ صدر دفتر کے لئے جگہ حاصل کر کے تعمیر شروع کر دی گئی ہے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی اعظم گڑھ انڈیا اور حضرت مولانا مفتی محمود آف پاکستان کو مؤتمر کا سرپرست حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی کو صدر اور حضرت مولانا محمد حبیب دیوبندی کو خازن منتخب کیا گیا ہے۔ فضلاء کے اجلاس میں ہزاروں علماء نے شرکت کی جن میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، عرب ممالک، افریقہ، افغانستان ترکی، نیپال اور دیگر ممالک کے نمائندے بھی شامل تھے۔

اجلاس میں طے پایا کہ مؤتمر ابناء قدیم دارالعلوم دیوبند کی شاخیں ہر ملک میں قائم کی جائیں گی اور ۵۰۰ ارکان پر عالمی کونسل منتخب کی جائے گی۔ اس کے علاوہ مجلس عاملہ بھی قائم کی جائے گی۔

صدر دفتر کے سنگ بنیاد کی تقریبات میں دیگر علماء کے علاوہ مولانا سید محمد اسعد مدنی، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا قاضی زین العابدین، مولانا عبدالقادر اور مولانا محمد سعید جامعہ اسلامیہ ڈابھیل بھی شریک ہوئے۔

پاکستان میں دارالعلوم کی صد سالہ تقریبات

حضرت مولانا مفتی محمود نے دارالعلوم کے صد سالہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ دارالعلوم کی صد سالہ تقریبات کے سلسلہ میں پاکستان میں بھی عنقریب ملک گیر اجتماع کا اہتمام کیا جائے گا اور اس کے تمام انتظامات ہم خود کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اس تاریخی اجتماع میں دارالعلوم کے اکابر اور عالم اسلام کے ممتاز راہنماؤں کو شرکت و خطاب کی دعوت دی جائیگی۔ اجلاس کے شرکاء کی طرف سے مفتی صاحب کے اس اعلان کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔

جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے استقبالیہ

جمعیۃ علماء ہند نے دارالعلوم کی صد سالہ تقریبات میں شرکت کرنے والے بیرونی وفود کے اعزاز میں دیوبند میں ایک پرتکلف ظہرانہ کا اہتمام کیا اور دہلی میں جمعیۃ کی طرف سے انہیں استقبالیہ دیا گیا جس میں بیرونی مہمانوں کے علاوہ سرکردہ ہندوستانی زعماء نے بھی شرکت کی اور دارالعلوم کی صد سالہ جدوجہد اور خدمات پر اکابر دارالعلوم کو خراج عقیدت پیش کیا۔

پاکستانی علماء کا قافلہ

صد سالہ اجلاس میں ایک ہزار سے زائد پاکستانی علماء اور مندوبین نے شرکت کی جن میں حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا عبیداللہ انور، حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک حضرت مولانا محمد شریف جالندھری، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی، حضرت مولانا محمد اجمل خان حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدی، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا عبدالمجید سواتی حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری، حضرت مولانا محمد شاہ امروٹی، حضرت مولانا عبدالواحد کوئٹہ، حضرت مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا قاضی شمس الدین، حضرت مولانا عبیداللہ جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن، حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ، حضرت مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی اور دیگر زعماء بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

پاکستانی مندوبین کا قافلہ جب ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوا تو ریل کے ہر سٹاپ پر مسلمانوں اور غیر مسلمانوں نے قافلہ کا خیر مقدم کیا بالخصوص لدھیانہ ریلوے سٹیشن پر قافلہ کا پرجوش خیر مقدم کیا گیا۔ ہزاروں مسلمان حضرت مولانا محمد احمد رحمانی اور حضرت مولانا سعید الرحمٰن لدھیانوی کی قیادت میں قافلہ کے استقبال کے لئے ریلوے سٹیشن پر موجود تھے۔ مندوبین کی تواضع مختلف مقامات پر چائے اور پھل وغیرہ سے کی گئی۔

دیوبند ریلوے سٹیشن پر حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند اور ان کے رفقاء نے قافلہ کو خوش آمدید کہا۔

ویزا میں اضافہ

پاکستانی مندوبین کو صرف دیوبند کا ویزا ملا تھا مگر حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی کی خصوصی توجہ سے حکومت ہندوستان نے ایک ایک جگہ کا مزید ویزا دینے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لئے دیوبند میں ہی ویزا آفس کھول دیا گیا اور پاکستانی مندوبین نے اپنی اپنی پسند کے مطابق دہلی، آگرہ، لکھنؤ، لدھیانہ وغیرہ کا ویزا حاصل کیا۔

مولانا مفتی محمود کا پروگرام

قائد محترم حضرت مولانا مفتی محمود دارالعلوم کے صد سالہ اجلاس میں شرکت کے بعد دہلی چلے گئے، جہاں سے وہ آگرہ، لکھنؤ اور دیگر مقامات پر گئے اور اپریل کے پہلے ہفتہ کے دوران وطن واپس آ گئے۔ راقم الحروف بھی دیوبند سہارنپور اور دہلی کے علاوہ بذریعہ بس راستہ کے مختلف شہروں میں سے گذرا۔ اس سلسلے میں اپنے تاثرات آئندہ اشاعت میں پیش کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور ان کے معاشی نظریات

مقصود احمد

حضرت ابوذر غفاری رضؓ کے معاشی افکار اکثر صحابہؓ سے منفرد اور بظاہر متصادم نظر آتے ہیں۔ جلیل القدر صحابہؓ اس بارہ میں آپؓ سے متعدد بار بحث و تمحیص کر چکے تھے لیکن آپ کے نظریات اتنے مدلل ہوتے تھے کہ صحابہؓ کو مجالِ انکار نہ ہوتا تھا۔ یہ منفرد اندازِ فکر کیوں پیدا ہوا؟ اس کا جواب آپؓ کی اسلام لانے سے پہلے اور بعد کی زندگی کا موازنہ کرنے سے معلوم ہوگا۔

ابتدائی حالات:

آپؓ کا قبیلہ بنو غفار مکہ اور شام کی تجارتی شاہراہ پر واقع تھا۔ ذرائع آمدن عام عربوں کی طرح اونٹ یا بھیڑیں پالنا اور تجارت کرنا تھا۔ لیکن شاہراہ پر واقع ہونے کی بنا پر اس گلہ بانی کی مشقت سے بچنے کے لئے ان لوگوں نے انسانی ذریعہ معاش یہ بنا لیا کہ عربی اور شامی قافلوں کو لوٹ لیا جائے۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی محبوب مشغلہ تھا بلکہ اس شعبہ میں قدرت کی ودیعت کردہ وافر طاقت اور شجاعت میں تمام قبیلہ میں سرخیل تھے۔ جس قافلہ پر ہاتھ ڈالا لوٹ لیا۔ کبھی ہزیمت کا سامنا نہ ہوا۔ لوٹ مار کی مشقت کے علاوہ باقی زندگی بڑی عیش سے گزر رہی تھی۔ لیکن آخر میں فطرتِ سعادت آڑے آئی اور وہ قصہ

خواہ کچھ بھی ہوا آپؓ نے از خود اس مکروہ پیشے کو خیرباد کہہ دیا، اور صرف یہی نہیں بلکہ اپنے گذشتہ افعال پر نادم ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لی اور خود ساختہ عبادتِ خداوندی کا طریقہ اپنا لیا۔ خود فرماتے ہیں:۔

ولقد صلیت یا ابن اخی قبل ان القی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث سنین۔

میرے بھتیجے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونے سے تین سال پہلے سے نمازیں پڑھتا تھا۔

راوی کو نماز کے نام سے تعجب ہوا۔ پوچھا کہ نماز کس کی پڑھتے تھے۔ فرمایا۔

للّٰہ — اللہ کے لئے۔

پھر پوچھا کہ منہ کس طرف کرتے تھے۔

حیث یوجھنی اللہ

جدھر اللہ تعالےٰ جھکا دیتے ہیں۔

خود فرماتے ہیں کہ رات کی نماز کے لئے کھڑا ہوتا اور کھڑا رہتا، یہاں تک کہ جب پچھلی رات بھی ختم ہونے کے قریب ہوتی تو اپنے آپ کو زمین پر ڈال دیتا اور اس طرح پڑا رہتا کہ گویا کوئی کپڑا پڑا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ مجھ پر دھوپ پڑنے لگتی تھی (تو اٹھ بیٹھتا)۔

ترکِ وطن:

اِدھر آپؓ کی یہ حالت کہ خشیتِ الٰہی ہر آن بڑھتی جا رہی ہے اور اُدھر قوم لوٹ مار میں اتنی منہمک کہ حرمت والے مہینوں میں بھی شرارتوں سے باز نہ آتے تھے۔ آپؓ کے منع کرنے پر بجائے باز آنے کے الٹا انہی کو کوسنا شروع کر دیا۔ نتیجتاً آپ اپنے وطن سے ہجرت کر گئے۔ فسق و فجور کی وادی کو بفرمانِ خداوندی الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا کے مطابق چھوڑ کر مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے مکہ کی طرف رخ کر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ آفتابِ نبوت مکہ میں طلوع ہو چکا تھا۔ مکہ کا کوئی شخص کبھی باہر جاتا تو ہر ملنے والے کو اس عجیب واقعہ سے آگاہ کرتا کہ مکہ میں ایک ایسا شخص بھی ظاہر ہوا ہے جو تمام بتوں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی پرستش کا حکم دیتا ہے۔ انہی آنے جانے والوں میں سے ایک مکی ابوذرؓ کو ملتا ہے۔ آپؓ کے خیالات معلوم کرنے کے بعد اس نے کہا:

"ابوذرؓ جو تم کہتے ہو مکہ کا ایک شخص بعینہٖ اس کا مدعی ہے۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے اس پر کلام نازل فرمایا اور اسے اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ خدا کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی معبود سے کوئی واسطہ نہ رکھو۔"

ابوذرؓ کو گوہرِ مقصود کا سراغ مل گیا۔ راہگیر سے مکمل پتہ معلوم کر کے اپنے بھائی انیسؓ کو حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا اور فرمایا:

"اس وادی میں جاؤ اور میرے لئے
اس شخص کا احوال معلوم کرو جو اپنے
کو نبی خیال کرتا ہے اور کہتا ہے
کہ اسے آسمان سے خبریں آتی ہیں
اس کی باتیں سنو اور پھر مجھے آ
کر بتانا۔" (بخاری)

چنانچہ حضرت انیسؓ حسب الحکم جاتے ہیں۔ واپسی پر ابوذر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشرکین مکہ کی آراء پوچھتے ہیں۔ حضرت انیسؓ نے بتایا:

"مشرکین کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ وہ جادوگر ہے" مگر خدا کی قسم میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے اور آپ (علیہ السلام) کا کلام کاہنوں جیسا نہیں۔ پھر میں نے آپ (علیہ السلام) کے اقوال کو شعراء کے میزان پر پرکھا۔ (حضرت انیس خود اعلیٰ پائے کے شاعر تھے) لیکن یہ (صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر بھی نہیں تھے۔ پھر فرمایا:

"خدا کی قسم آپؐ سچے ہیں اور مشرکین مکہ جھوٹے ہیں۔"

حضرت ابوذر غفاری مکہ پہنچے تو حرم کعبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی۔ آپؓ ایمان لے آتے ہیں اور بیت اللہ میں تمام مشرکین کی موجودگی میں فرماتے ہیں:

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد
انّ سیدنا محمد رسول اللہ

یہ سننا تھا کہ قریش مکہ آپؓ پر ٹوٹ پڑے اور قریب تھا کہ جان سے مار دیتے۔ اچانک حضرت عباسؓ کا ادھر سے گذر ہوا۔ وہ پہچان گئے اور فرمایا:

اے مکہ والو ہوش کرو بنو غفار کا آدمی قتل کر رہے ہو۔ حالانکہ تمہارے تجارتی قافلے انہی کے علاقوں سے گذرتے ہیں۔"

چنانچہ انہوں نے چھوڑ دیا لیکن جو عشق کی آگ اندر لگ چکی تھی وہ کسی بھی مار سے بجھنے والی نہیں تھی۔ دوسرے دن پھر بلند آواز سے وہی نعرۂ مستانہ لگایا:

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ
واشہد انّ سیدنا محمد رسول اللہ

غیض و غضب میں بھرے ہوئے قریش مکہ پھر آپؓ پر ٹوٹ پڑے۔ آنکہ دوبارہ حضرت عباسؓ نے انہیں چھڑایا۔

ابوذر غفاریؓ
اور اشتراکیت

کہنے والے تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ ابوذر غفاریؓ اشتراکیت کے پرچارک تھے، حالانکہ اشتراکیت اور لادینیت لازم و ملزوم ہیں۔ اشتراکیت کا بانی کارل مارکس کہا کرتا تھا:

"مذہب غریبوں کے لئے
افیون ہے۔"

"۔۔۔۔ جس طرح افیون سے عجیب و غریب خیالات آتے ہیں حواس سُن ہو جاتے ہیں اور غیر واقعی امنگیں پیدا ہوتی ہیں اسی طرح مذہب کے تصور سے خدا حساب و کتاب۔ حشر نشر۔ جنت و دوزخ کا تخیل پیدا ہوتا ہے حالانکہ فی الحقیقت ان کا کوئی وجود نہیں۔

لینن کہتا ہے" کارل مارکس کا یہ فقرہ اشتراکیت کا بنیادی نقطہ ہے۔

مسجد و کلیسا کا تصور وہ ہتھیار ہے جس سے بورژوا طبقہ' محنت کش طبقہ کو بے بس کئے ہوئے ہے۔

لینن اپنی کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

"لادینیت نظریۂ اشتراکیت کا طبعی اور لازمی جزو ہے۔ ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔"

لونا شارکس جو ایک وقت میں سوویت یونین کا وزیر تعلیم رہ چکا ہے لکھتا ہے۔

"ہمیں مسیحیت اور مسیحی لوگوں سے نفرت ہے یہاں تک کہ جو لوگ ان کا اخلاق سب سے اچھا ہے وہ ہمارے بدترین دشمن ہیں۔ یہ لوگ تو ہمسایوں سے محبت کرنے والے اور انسانوں سے رحمدلی سے پیش آنے والوں کے لئے جنت کی بشارت دیتے ہیں؛ حالانکہ یہ محبت باہمی ہمارے بنیادی مسلک کے بھی خلاف ہے۔ ہمیں ہمسایوں سے یہ محبت ختم کرنی پڑے گی ضرورت تو اس امر کی ہے کہ ان کے ساتھ نفرت و عداوت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ جبھی باہمی جنگ سے ہم دنیا میں اشتراکیت پھیلا سکتے ہیں۔"

مارکسزم کا سب سے بڑا پرچارک لینن کہتا ہے:

"مارکسزم: مادیت کا دوسرا نام ہے۔ یہ دین کی عین ضد ہے۔"

اب خود غور کریں کہ ابوذر غفاریؓ کے دل میں دین کی طلب کا کیا حال تھا۔ دین کے اظہار کا کیسا جذبہ تھا۔ آگے چل کر آپ دیکھیں گے کہ دین پر عمل کرنے کا کیسا والہانہ عشق تھا آپ خود فیصلہ کریں گے کہ اشتراکیت اور ابوذرؓ کو باہمی اتنی ہی نسبت ہے جتنی روشنی کو اندھیرے سے' دن کو رات سے اور حق کو باطل سے، اللہ تعالےٰ فہم سلیم عطا فرمائے۔

تبلیغ دین اور
اطاعت رسولؐ

ابوذر غفاریؓ خود مسلمان ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بھائی اور والدہ پر اسلام پیش کرتے ہیں پھر تینوں عسفان کی گھاٹیوں میں جا کر چھپ جاتے ہیں آتے جاتے قافلوں پر اسلام پیش کرتے ہیں جو قبول اسلام کا وعدہ کرتا ہے اسے بخیر و عافیت مکہ بھیج دیتے ہیں۔ تعرض کرنیوالے کو لوٹ لیتے

ہیں۔ غور طلب بات ہے کہ صرف تین آدمی جن میں ایک بوڑھی عورت ہے پورے قافلے پر حاوی ہوتے ہیں۔ یہ سوائے وعدہ خداوندی کے اور کیا تھا جس میں اپنے رسول کو حکم ہے:

"جو تجھے حکم دیا گیا ہے اس کو
لوگوں تک پہنچا دو! ان کی شرارتوں
سے اللہ تمہیں محفوظ رکھے گا۔"

اس کے بعد آپؓ اپنے وطن گئے۔ اپنے قبیلہ بنو غفار اور حلیف بنی اسلم کو دین کی دعوت دی۔ دونوں آپؓ کے ہمراہ دربار نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہوئے اور مشرف با اسلام ہو گئے۔

محبت و اطاعت میں حضرت ابوذر غفاریؓ کا یہ جذبہ تھا کہ محبوب (علیہ السلام) بھی آپؓ کا محب بن گیا۔ کئی دفعہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیںؓ اپنی رفاقت کا شرف عطا فرمایا۔ سواری پر اپنے ساتھ بٹھانا وہ شرف تھا جو چند مخصوص صحابہؓ کو ہی حاصل ہوا۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ انؓ میں سے ایک تھے۔

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اے ابوذر! اس دن کیا کرو گے جب اس سے (مسجد نبویؐ سے) نکالے جاؤ گے۔"

حضرت ابوذر غفاری بولے "اپنی تلوار سونت لوں گا اور جو مجھے یہاں سے نکالے گا اس کی گردن اڑا دوں گا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھایا اور دعا کرنے لگے:

"اے خدا! ابوذرؓ کی مغفرت فرما۔"

اس کے بعد ابوذرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:۔

"ابوذر! نہیں ایسا نہ کرنا جو بھی تجھ پر حاکم ہو اگرچہ غلام حبشی کیوں نہ ہو، جس کے ناک، کان اکھڑے کیوں نہ ہوں اس کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ وہ جدھر کھینچے کھنچ جانا۔ جدھر ہانکے چلے جانا۔ (مسند احمد بن حنبل)

آخری ایام میں جب آپؓ کا قیام ربذہ میں تھا اسی شبیہ کا حبشی حاکم وہاں مقرر کیا گیا اور حسب ارشاد نبوی (علیہ السلام) آپؓ نے اس کی مکمل اطاعت کی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

کن فی الدنیا کانک غریب باوجود اصرار کے آپ نے فرمایا مالی والدنیا؟ میرا دنیا کے ساتھ کیا تعلق؟ بس اتنا کہ ایک مسافر دوران سفر ایک درخت کے نیچے سستانے کے لئے بیٹھ جائے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ اس معاملہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے متبع تھے تا آنکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زہد
کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے وہ
ابوذرؓ کو دیکھے۔"

یہ زہد عیسوی دراصل تعلیم نبوی علیہ السلام کا اثر تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"کعبہ کے رب کی قسم وہی تباہ و برباد ہیں، کعبہ کے رب کی قسم وہی تباہ و برباد ہیں۔"

ابوذر غفاریؓ پوچھتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون لوگ؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:۔

زیادہ مال و دولت والے
لیکن جس نے اس طرح اور اس
طرح دیا اور وہ بہت ہی تھوڑے
ہیں۔"

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کے دونے بنائے اور آگے دائیں بائیں کی طرف اشارہ فرمایا یعنی جو خوب لے دے اور غریبوں کے کام چلائے۔

شام کو سیر کے لیے نکلے۔ سامنے اُحد پہاڑ نظر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ کو فرمایا:

"اے ابوذرؓ اگر اس اُحد پہاڑ کے برابر بھی ہمارے پاس سونا ہو تو میں اس کو بالکل پسند نہیں کروں گا کہ وہ ہمارے یہاں تیسرے دن تک رہ جائے لیکن صرف اس قدر حصہ جو قرضداروں کے لئے رکھ چھوڑوں میں سب کو ادھر ادھر اللہ کے بندوں میں تقسیم کر دوں گا۔

پھر دونے بنا بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں اشارے فرمانے لگے۔ بارہا ایسا ہوا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ اپنے غلام کے ہمراہ باہر نکلے۔ دونوں کے ایک جیسے لباس ہوتے۔ لوگ ٹوکتے کہ یہ کیا؟ تو فرماتے:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کھلاؤ
اپنے غلاموں کو اسی کھانے میں سے جیسے
تم کھاتے ہو اور پہناؤ اسی کپڑے میں
سے جیسے تم خود پہنتے ہو۔"

اطاعت نبوی علیہ السلام کا یہی جذبہ تھا جس کی وجہ سے دیگر تمام صحابہؓ آپؓ کی یکگنا تکریم کرتے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد تھا۔ "اے ابوذر! جس سونے اور چاندی پر گرہ لگائی گئی وہ اس کے مالک کے لئے انگارے ہیں۔ ادھر تو یہ ارشاد فرمایا جاتا تھا دوسری طرف یہ حکم تھا کہ "بہترین کاموں میں سے یہ ہے کہ لوگوں کو کثرت سے سلام کرو، مہمانوں کی مہمان نوازی کرو اور رات کو نمازیں اس وقت پڑھو جب کہ دنیا کے لوگ سو چکے ہوں۔" ظاہر ہے کہ مہمان نوازی کے لئے ازبس ضروری ہے کہ انسان کے پاس کچھ پس انداختہ ہو۔ حضرت ابوذر غفاریؓ ان دونوں فرمانوں میں اس طرح تطبیق دیتے تھے کہ آپؓ کا سالانہ وظیفہ جس وقت بیت المال سے ملتا، اٹھتے اور اپنی لونڈی کو ساتھ لے کر سال بھر کا سامان خرید لیتے اس کے بعد لٹاتے بانٹتے پھر جو کچھ بچ جاتا اس کے پیسے بھنا لیتے۔ لوگ پوچھتے کہ تمام روپوں کے پیسے بھنانے کی کیا ضرورت؟ آپؓ فرماتے کہ چاندی اور سونا رکھنے کی مجھے اجازت نہیں، اس لئے میں اس کے پیسے بنا لیتا ہوں تا کہ میں ان لوگوں میں نہ رہوں جن کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دھمکیاں ارشاد فرمائی ہیں۔

سونے اور چاندی کے متعلق یہ مخصوص برتاؤ حضرت ابوذر غفاریؓ کا اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مجتہدانہ ذوق تھا اور اسی

سلسلہ میں بعض صحابہؓ سے بحث و مناظرہ بھی ہوا۔

مسئلۂ کنز:۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں آپؓ کسی کی ملامت کی پروا نہیں کرتے تھے۔ لوگوں میں جب سونا چاندی جمع کرنے کا مرض بڑھتا گیا تو ابوذر غفاریؓ نے ایسے لوگوں کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا۔ اکثر یہ حدیث بیان فرماتے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو لوگ چاندی اور سونے پر گرہ لگاتے ہیں وہ شعلے بن کر ان سے لپٹیں گے، جب تک کہ اسے خدا کی راہ میں خرچ نہ کر دیں۔"

کبھی بیان کرتے کہ کافرین (سونا چاندی جمع کرنے والوں) کو مژدہ سنا دو کہ جہنم کی آگ میں تپائی ہوئی تختیاں ان کے ایک پستان پر رکھی جائیں گی، حتیٰ کہ وہ سینے کو توڑ کر کندھے کی ہڈیوں سے نکل جائے گی۔ اسی طرح پھر کندھے کی ہڈیوں پر رکھی جائے گی حتیٰ کہ وہ دوسرے پستان کی طرف توڑ کر باہر نکل جائے گی۔ (بخاری)

کبھی فرماتے: مالدارو! غریبوں کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"جو لوگ سونا چاندی کو سینت سینت کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک دکھ کا مژدہ سنا دو۔ اس دن وہی سونا چاندی آگ میں گرم کئے جائیں گے پھر ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھ اس سے داغے جائیں گے اور کہا جائے گا یہ وہی ہے جسے اپنے فائدہ کے لئے تم نے اکٹھا کر رکھا تھا۔ سو چکھو اس چیز کو جسے تم لوگ جمع کرتے تھے۔"

دمشق کی اکثر مساجد اور بازاروں میں آپؓ کا یہی بیان ہوتا رہتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فقراء امیروں کو تنگ کرنے لگے اور ان کو مجبور کر دیا کہ جو کچھ ان کے پاس ہو خرچ کر دیں۔ جن امیر لوگوں نے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کو زیورات سے لاد دیا تھا ان پر تو آپؓ کے فتوے بہت گراں گزرے۔ ارباب اقتدار کی ہوس زر اور دنیا میں غیر ضروری انہماک آپؓ پر گراں گزرتا، اور اس بارے میں آپؓ ان لوگوں کو برملا ٹوکتے رہتے۔ ایک دفعہ جب حضرت امیر معاویہ دمشق میں اپنی سبز کوٹھی بنوا رہے تھے تو آپؓ نے ان سے فرمایا:

"معاویہ! تم جو یہ محل تیار کر رہے ہو ظاہر ہے کہ یہ خیانت ہے اور اگر اپنے ذاتی مال سے بنوا رہے ہو تو پھر یہ اسراف ہے"

کہتے ہیں کہ امیر معاویہؓ کے پاس سوائے خاموشی کے اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

الغرض اس قسم کی باتیں خصوصاً کنز والے مسئلے نے رفتہ رفتہ اتنی اہمیت حاصل کر لی کہ حکومت دمشق اس سے متاثر ہوئی۔ یعنی حضرت معاویہ (گورنر شام) کو مجبوراً اس میں دخل دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ انہوںؓ نے حضرت ابوذرؓ کو بلایا اور پوچھا کہ آپؓ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا ہے؟ تو آپؓ نے اس مسئلہ سے متعلق قرآن پاک کی آیت پڑھ کر سنائی۔

حضرت معاویہؓ: آپؓ نے مطلب غلط سمجھا ہے۔ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے رہبان و احبار کی شان میں نازل ہوئی ہے مسلمانوں کو اس سے کیا تعلق؟

حضرت ابوذرؓ۔ ہرگز نہیں، مسلمانوں کی شان ہے۔ الذین کو مکرر لانے کا مقصد بھی یہی ہے۔"

چنانچہ دونوں حضرات اپنے اپنے مسلک پر قائم رہے اور ایک دوسرے کو قائل نہ کر سکے۔ بعد ازاں امیر معاویہؓ نے عبادہ بن صامتؓ، ابودرداءؓ، عمرو بن العاصؓ اور ام حرامؓ کو ابوذر غفاریؓ کے پاس سمجھانے کے لیے بھیجا۔ لیکن آپؓ نے ایسا مسکت جواب دیا کہ وہ ناکام واپس لوٹ گئے۔ جب اس طرح بھی بات نہ بنی اور غرباء اور فقراء امراء و مالداروں کو تاکی (داغ) کی آیت اور حدیث سناتے رہے تو تنگ آکر ان امیروں نے گورنر کے پاس شکایتوں کے انبار لگا دیے۔ انجام کار امیر معاویہؓ نے مصالح ملکی کو مدنظر رکھتے ہوئے منادی کرا دی کہ "ابوذر کی مجلس میں کوئی شریک نہ ہو۔ ان کے ساتھ کوئی نہ بیٹھے۔" اطاعت امیر کا جذبہ دیکھئے کہ جب ابوذرؓ کے پاس اس منادی کی اطلاع ہوئی تو آپؓ نے بجائے بگڑنے اور خفا ہونے کے اس حکم کے آگے اسی وقت سر تسلیم خم کر دیا۔ اگر کوئی آپؓ کے پاس آکر بیٹھتا تو آپؓ اسے منع فرماتے اور کہتے کہ "معاویہؓ کا حکم ہے کہ ہمارے ساتھ کوئی نہ بیٹھے۔ دیکھو تم اٹھ جاؤ میں تمہارے لئے کوئی مصیبت تیار نہیں کرنا چاہتا۔ بعض فتنہ پردازوں نے ابوذر غفاریؓ کو حضرت معاویہؓ کے خلاف ابھارنا چاہا لیکن آپؓ نے ان لوگوں کی سرزنش کرکے اپنی مجلس سے نکال دیا، لیکن اس حکم امتناعی کے باوجود لوگ اس شمع رسالت کے پروانے کے پاس کھنچے چلے آتے۔ چونکہ خود انہیںؓ وعظ و نصیحت سے منع نہیں کیا گیا تھا، اس لئے پہلے آپؓ آنے والے کو امیر کا حکم سناتے، جب وہ نہ ٹلتے تو ان کو احادیث و آیات قرآن سناتے۔ چونکہ ادب مروت مانع تھا اس لئے امیر معاویہؓ خود تو انہیں نہ روک سکے اس لئے دربار خلافت میں درخواست بھیجی کہ انہیں اپنے پاس بلا لیا جائے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ابوذرؓ کو اپنے پاس بلا لیا لیکن آپؓ کی تبلیغی سرگرمیاں اور خاص طور پر امراء کی تنقید نے یہاں تک شدت اختیار کر لی کہ امیر المؤمنین کے پاس یہ شکایت عام ہو گئی کہ جس وجہ سے انہیں شام سے بلوایا گیا ہے مدینہ میں بھی آکر انہوں نے وہی سلسلہ چھیڑ دیا ہے۔ ایک فساد برپا ہو رہا ہے۔"

حضرت عثمانؓ نے انہیں اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ:

"ابوذرؓ ہم پر جو کچھ ذمہ داری عائد ہوتی

ہے وہ یہ ہے کہ جو باتیں ہم پر واجب ہیں انہیں ادا کریں اور رعیت کو بھی اعمال میں اعتدال و اقتصاد کی دعوت دیں! لیکن ہم پر یہ واجب نہیں کہ لوگوں کو ترکِ دنیا اور زہد پر مجبور کریں۔"

یہ سُن کر بجائے جواب دینے کے ابوذرؓ نے زور زور سے کہنا شروع کر دیا "ہرگز ہرگز امیروں سے راضی نہیں ہونا چاہیئے جب تک کہ نیک کام پر وہ اپنی دولت خرچ نہ کریں۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آئیں۔ بھائیوں کی خبر گیری نہ کریں اور رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی نہ کریں۔"

دراصل آپؓ حضرت عثمانؓ کو یہ جواب دے رہے تھے کہ میں ترکِ دنیا پر سب لوگوں کو مجبور کر رہا ہوں، بلکہ امراء سے غرباء کے حقوق مانگتا ہوں۔ لکھا ہے کہ اس موقع پر کعب احبار کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا کہ "جس نے فرض ادا کر دیا یعنی زکوٰۃ دے دی بس اس پر جو بات فرض تھی وہ اس سے سبکدوش ہو گیا۔" اسی نقطۂ نظر کا ابوذرؓ اور دوسروںؓ میں فرق تھا۔ اسی پر انؓ کو غصہ آ گیا اور کعب احبار کی طرف یہ کہتے ہوئے جھپٹے کہ "ابے تو کون ہوتا ہے جو یہاں اور اس مقام پر آ کر بول رہا ہے" اسی کے ساتھ ایک ڈنڈے کا وار بھی اس پر کیا جس سے کعب کا سر کھل گیا اور بات جہاں تھی وہیں کی وہیں رہی۔

بہت سے لوگ اس عاشقِ رسولؓ علیہ السلام اور مجذوب صحابی کی زیارت کو آتے۔ اس ہجوم سے بچنے کے لئے خلیفہ سے مدینہ چھوڑ کر ربذہ جانے کی اجازت طلب کی۔ یہ جگہ مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلے پر واقع ہے۔ امیر المومنین نے کچھ اونٹنیاں دودھ کے لئے دیں لیکن آپؓ نے کمال استغنا سے واپس کر دیں۔ قریشی نوجوان دربارِ خلافت میں بیٹھے تھے، ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:۔

قریشیو! اپنی دُنیا تم لو اور اسے خوب زور سے تھامو ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔

ربذہ میں قیام کے دوران شام کے گورنر حبیب بن سلمہ نے ایک دفعہ آپؓ کی خدمت میں تین سو اشرفیاں بھیجیں اور لکھ بھیجا: اپنی ضرورتوں میں ان سے مدد لیجئے، لیکن حضرت ابوذرؓ نے جواب میں قاصد کو کہا کہ:

"ان اشرفیوں کو تم اپنے ہی جیب کے حوالے کر دینا اور کہنا کہ ان کو مجھ سے زیادہ غریب آدمی نہیں ملتا تھا۔ خدا کے فضل سے میں ایک سائبان رکھتا ہوں جس کے سایہ میں میں آرام کرتا ہوں۔ بکروں کے ایک گلے کا بھی مالک ہوں جو دن بھر چر کر شام کو میرے گھر آ جاتی ہیں (اور دودھ کی ان کی وجہ سے ریل پیل ہو جاتی ہے) ایک کنیز بھی ہے جو میرے کام کاج میں میرا ہاتھ بٹاتی ہے اس کے بعد دراز کار مال مجھے درکار نہیں۔"

اپنی اس باطنی امارت، اندرونی دولت پر آپؓ کو اتنا ناز تھا کہ کبھی کبھی چھلک پڑتے اور فرماتے:

"بنو امیہ کے امراء مجھے فقر اور افلاس سے ڈراتے ہیں حالانکہ فقر تونگری سے مجھے زیادہ عزیز ہے۔"

یہ صرف دعویٰ ہی نہ تھا۔ ساری زندگی کا عمل اس کی دلیل تھا۔

مہمانوں اور ہمسایوں کے ساتھ سلوک

ربذہ میں آپؓ انتہائی مختصر سامان کے ساتھ رہ رہے تھے، لیکن پھر بھی مسافروں کو اپنے پاس ٹھہراتے اور جس طرح بن پڑتا ان کی خاطر مدارات کرتے۔ ایک جلیل القدر تابعی کا بیان ہے کہ ربذہ میں حضرت ابوذرؓ کے یہاں بہت سے مہمان اترے ہوئے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ آپؓ خود اٹھے اور جتنی بکریاں تھیں ایک ایک کر کے آپؓ نے سب کا دودھ خوب نچوڑ نچوڑ کر نکالا حتیٰ کہ کوئی تھن باقی نہ رہا۔ اس کے بعد گھر سے جا کر کچھ کھجوریں لے آئے۔ سارا دودھ اور کھجوریں آپؓ نے مہمانوں کے سامنے رکھ دیں اور نہایت دردناک لہجہ میں آپؓ نے ان کو سامنے بڑھا کر فرمایا: کاش اس سے بہتر چیز اگر میرے پاس ہوتی تو میں اسے آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا۔

مہمانوں کی تعداد زیادہ تھی اس لیے نہ تو دودھ ہی کا ایک قطرہ بچا اور نہ ایک کھجور ہی باقی رہی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس رات آپؓ نے کوئی چیز زباں پر نہیں رکھی۔ یہ صرف ایک ہی واقعہ نہیں ہے بلکہ طبقات میں آپؓ کے ایک شاگرد ناقل ہیں کہ

"ابوذرؓ اپنی بکریوں کا دودھ نکالتے اور اپنے نفس سے پہلے اپنے پڑوسیوں اور مہمانوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ایسا بھی ہوا کہ مہمانوں کو سیر کرنے کی غرض سے آپؓ نماز میں مشغول ہو گئے جب انکا پیٹ بھر گیا تب نماز سے فارغ ہو کر ان کے ساتھ شریک ہو گئے۔

خلاصۂ کلام

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دولت کا بہترین استعمال یہ تھا کہ ضروری حاجات سے وافر دولت اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آخرت کا ذخیرہ بنا لے۔

اگر امت مرحومہ اسوۂ ابوذرؓ کو اپنا لے تو آج کے تمام معاشی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

نوٹ

زیرِ نظر مضمون حضرۃ مولٰنا مناظر احسن صاحب گیلانیؒ کی تصنیف "ابوذر غفاریؓ" اور شیخ الازہر ڈاکٹر عبد الحلیم محمود کے مقالہ "ابوذر غفاریؓ اور کمیونزم" سے ماخوذ ہے۔ (مرتب)

ضبط و ترتیب:
شاہ بخاری فاضل حقانی

جذبۂ اشاعتِ اسلام کا نام دار العلوم ہے
راہِ اعتدال کو اپنا کر اختلافات سے اجتناب کریں۔

صد سالہ اجلاس دار العلوم دیوبند کے اجتماع سے مولانا مفتی محمودؒ کا خطاب

صدر اجلاس اور میرے محترم مسلمان بھائیو، بزرگو اور دوستو!!!

مجھے دار العلوم دیوبند کے صد سالہ تقریبات میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی جس کے لئے میرے دل میں مسرت کے جذبات موجزن ہیں۔ دار العلوم سے ہماری عقیدت صرف اس خطہ اور زمین کی وجہ سے نہیں بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ دار العلوم نے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام دنیا میں علم و ہدایت کا نور پھیلایا۔ اگر آج یہ نور نہ ہوتا تو میں کہتا ہوں کہ اس دنیا کی ہدایت کا بظاہر اور کوئی سبب نہیں تھا اور اس لئے دار العلوم کا پورے عالم اسلام پر احسان ہے۔ توحید کے عقیدہ، اتباعِ سنت اور اعتدال کے طریقے کو محفوظ رکھا۔ دار العلوم ان حضرات و اکابر کا مرکز رہا جن کو آپ بھی جانتے ہیں۔ حضرت مولانا نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت شاہ کشمیریؒ، حضرت مدنیؒ اور کتنے بزرگ ہیں کہ جنہوں نے یہاں پر اسلامیات کے پھیلانے اور دین کی اشاعت میں عظیم خدمات سرانجام دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دار العلوم دیواروں کا نام نہیں بلکہ دار العلوم ایک تحریک ہے ایک مکتبِ فکر اور حقیقت میں اشاعت اسلام کا جذبہ ہے اور اس جذبہ کا نام دار العلوم ہے۔ دار العلوم کے بہت سے فرزندان پاکستان میں بستے ہیں، بنگلہ دیش میں ہیں اور اس کے برکات تین بڑے حصوں میں تقسیم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی ایک بڑی تعداد حاضر ہے۔ اور بہت بڑی تعداد وہ ہے جو حالات اور قانونی رکاوٹ کے باعث حاضر نہ ہو سکی۔ میں اس جذبہ اور انتظام پر دار العلوم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور گذارش ہے کہ اس طرح کے دو اجتماعات اور بھی ہوں۔ ایک پاکستان میں ہو اور ایک بنگلہ دیش میں۔ آپ یہ سمجھیں کہ صرف اس موجودہ تعداد سے پاکستان کی نمائندگی ہو سکتی ہے، بلکہ پاکستان میں ایک عظیم اجتماع منعقد ہونا چاہیئے بلکہ وہ اجتماع اس سے عظیم ہوگا۔ اگر آپ ہماری سرپرستی کریں تو ہم تیار ہیں۔

میرے محترم دوستو! ان اکابر اور حضرت قاری صاحب کی خدمت میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ۳۲ سال سے پاکستانی فضلاءُ دار العلوم کے فیض سے محروم ہیں۔ تقسیم کے بعد حسب ضرورت وہاں بڑے مدرس قائم ہوئے۔ فوقانی مدارس جس میں پورا نصاب ہے اور ہم نے وفاق المدارس العربیہ بنایا میں اس کا صدر بھی ہوں۔ اس میں ۲۵۰ مدارس کا الحاق ہو چکا ہے۔ اس میں فوقانی امتحان وفاق کے زیرِ اہتمام لیا جاتا ہے۔ محتاط اندازے کے مطابق ۳۲ سال میں تقریباً پندرہ ہزار فضلاء تیار ہو چکے ہیں۔ یہ فضلاء جوان مدارس سے فارغ ہیں ان کی خواہش ہے کہ ہمیں بھی تحویل میں لیا جائے۔ میری تجویز ہے کہ اس مکتبِ فکر کی طرف سے ایک سند چھاپی جائے۔ مکتبہ فکر ام المدارس کی طرف سے اعزازی سند ہو۔ پاکستان میں جو پندرہ ہزار فضلاء موجود ہیں اور دار العلوم میں آنے سے معذور ہیں ان کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ اگر وہاں بھی دستار بندی ہو جائے تو پاکستان میں فضلاء باطل فرقوں کو ختم کریں گے۔ وہاں کے مدارس، اساتذہ اور منتظمین سے آپ واقف ہیں۔ ان کی بھی حوصلہ افزائی ہو جائے گی۔

میرے بزرگو! میاں ندوی صاحب نے اردو اور ملخص عربی میں جو تقریر کی اور دیوبندی ہونے کے لئے جو عناصر اربعہ

(۱۔ عقیدہ توحید میں بے امیز،
۲۔ اقتدائے سنت کا جذبہ و فکر،
۳۔ تعلق مع اللہ اور ذکر و فکر آخرت،
ایمان و احتساب، اور
۴۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کوشش)

پیش کئے ہیں، میں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے صحیح تجزیہ پیش کیا ہے۔ آپ لوگوں سے اپیل ہے کہ آپ اعتدال کو پھیلائیں، اختلافات سے اجتناب کریں۔ میں پاکستان بننے کے بعد پہلی مرتبہ آیا۔ میں پہلے ۴۵ء میں آیا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان مضبوط مسلمان ہیں۔ ان کے دلوں میں اسلامی جذبہ موجزن ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے اسلامی تشخص کو برقرار رکھا ہے۔ اب آپ مسلمانی کے لئے جدوجہد جاری رکھ کر اسلامی امتیاز برقرار رکھ کر مسلمان قوم کی حیثیت سے زندہ رہ سکتے ہیں۔ میں آپ کو پہلے سے کہیں زیادہ اچھا مسلمان محسوس کرتا ہوں۔ میں انہی الفاظ پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

مرسلہ:- محمد نعیم ترین

شہدائے بالاکوٹ نے اپنے لہو سے شجر اسلام کی آبیاری کی

"جب اسلامی بلاد پر غیر مسلم مسلط ہو جائیں تو عام مسلمانوں پر عموماً اور حکمرانوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ ان غیر مسلموں کے خلاف مقابلہ و مقاتلہ کی کوششیں اس وقت تک جاری رکھیں جب تک کہ اسلامی بلاد ان کے قبضے سے واپس نہ لے لئے جائیں۔" —— سید احمد شہیدؒ

سید احمد شہیدؒ

ہندوستان میں جب مغلیہ خاندان کا زوال شروع ہوا اور یہ وسیع سلطنت ٹکڑے ہونے لگی۔ مسلمانوں پر مصائب و آلام کے بادل امڈ آئے۔ جبر و استبداد کی بارش کا زور ہوا اس وقت ایک طرف مرہٹے اپنے اقتدار کے لئے ہاتھ پیر مار رہے تھے دوسری طرف انگریز تاجر کی حیثیت سے سرزمین ہند پر قدم رکھنے کے بعد اپنی حکومت کی بنیاد ڈال چکا تھا۔ پھر اس کے بعد پنجاب میں سکھا شاہی کا دور دورہ ہوا۔ ان کی وحشت و بربریت سے نہ صرف مسلمانان پنجاب بلکہ صوبہ سرحد کے میدانی علاقے میں بسنے والے افغان بھی تابہ عدم تلملاتے دکھائی دینے لگے۔ قدرت کو ایک دفعہ پھر ان کی حیات و بقا کے لئے سامان پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ اس دوران میں ایک مجاہد اسلام نے جنم لیا جو سینہ سپر شمشیر بکف میدان جہاد میں کود پڑا اور اپنے وطن اجداد کو غیر مسلموں کے تسلط سے نکال لے جانے میں وہ سب کچھ کر گزرا کہ جو اس کے بس میں تھا اور اسی راہ جہاد میں اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

یہ مرد مجاہد ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی میں پیدا ہوا۔ والدین نے سید احمد نام رکھا تاریخ میں سید احمد شہیدؒ پکارا گیا تو دوست دشمن سب سے اپنے اعلیٰ اخلاق، مجاہدانہ کردار، خدمت اسلام اور جذبۂ فداکاری وطن کے لئے خراج تحسین حاصل کرتے ہوئے ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو جام شہادت نوش کر گیا۔ مروجہ تعلیم کی طرف بچپن سے ہی کوئی رغبت نہ تھی۔ ہوش سنبھالنے کے بعد جہاد اور صرف جہاد کی دھن میں مگن رہا۔ اٹھتے بیٹھتے یہی ورد زبان تھا، اور اسی جذبہ کو لئے نواب امیر احمد خان کے لشکر میں جا شمولیت کی؛

ضمیمہ نواب امیر احمد خان
ریاست ٹونک

تاکہ فنون جنگ سے واقفیت حاصل کر سکے۔ استخلاص وطن کے لئے اب ایسے مرکز کی تلاش تھی جہاں مقیم ہو کر غیر مسلموں کیخلاف جہاد کا نظم قائم کر سکے۔ ہندوستان میں ہر طرف سلطنت اسلامیہ ہند کو مٹانے کے خواہشمند تگ و دو کر رہے تھے کوئی ایسی جگہ یا علاقہ موجود نہ تھا جہاں سے بہ اطمینان وہ جیوش مجاہدین کو میدان جنگ کی طرف روانہ کر سکتا۔ لا محالہ نظر اگر اٹھ سکتی تھی تو صوبہ سرحد کی پہاڑیوں ہی کی طرف اٹھ سکتی تھی جہاں کے باشندے میدان جنگ میں ابتدائی دور تاریخ سے اپنی بہادری اور جوانمردی کا سکہ بٹھا چکے تھے اور جنہیں وقت کے جابر سے جابر حکمران بھی اطاعت قبول کرنے پر رضامند نہ کر سکے۔ سید احمد شہیدؒ کو بھی یہی علاقہ پسند آیا کیونکہ وہ اس جگہ سے جہاد کا نظم بطریق احسن کر سکتے تھے اور سامنے اگر دشمن کی طاقت قوت یا سلطنت تھی تو پشت پر دور دراز علاقوں تک مسلمان ہی مسلمان آباد تھے اور ان سے امداد و اعانت کی امید بھی کی جا سکتی تھی۔ عازم سرحد ہونے سے قبل آپ نے فریضۂ حج ادا کیا۔ کوئی چار سو ساتھی ہمسفر تھے۔ ۳۰ جولائی ۱۸۲۱ء شوال ۱۲۳۶ھ پیر کے دن گھر سے رخصت ہو کر براستہ کلکتہ عازم حرمین شریفین ہوئے اور فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد براستہ بمبئی ۱۶ صفر ۱۲۳۹ھ کو واپس کلکتہ پہنچے۔ وہاں سے انہوں نے رائے بریلی کی راہ لی تو دو سال دس ماہ کے بعد ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ مطابق ۲۹ اپریل ۱۸۲۴ء کو اپنے وطن لوٹ گئے۔

سرحد کی طرف ہجرت

ان حالات میں سید صاحب نے رخت سفر باندھا۔ ۷ جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء بروز دوشنبہ عزم جہاد لئے راہ ہجرت اختیار کی۔ اہل و عیال کو نواب امیر خان کے پاس ٹونک میں چھوڑ دیا اور خود براستہ سندھ۔ شکار پور۔ کوئٹہ۔ قندھار۔ غزنی اور کابل سے ہوتے ہوئے اواخر نومبر ۱۸۲۶ء کو پشاور پہنچے اور مختصر سے قیام کے بعد چارسدہ کی طرف چلدیے۔ دوران سفر میں انہوں نے راستہ ہی سے حکومت کابل

کو اپنے ارادہ کی اطلاع دے دی تھی اور اس میں بالوضاحت ظاہر کردیا تھا کہ ان کا ارادہ یوسف زئی قبیلے کے ساتھ قیام کرنے کا تھا لیکن چارسدہ پہنچنے پر جہاں قبیلہ محمد زئی آباد ہے حالات نے انہیں مجبور کردیا کہ وہ اس جگہ سے عملاً جہاد کے اعلان کا آغاز کردے۔

پہلا شب خون:

چارسدہ پہنچے ہی تھے کہ انہیں سکھوں کے اقدام کی اطلاع ملی اور پتہ چلا کہ سکھ لشکر بدھ سنگھ کی قیادت میں دریائے سندھ کو عبور کرتے ہوئے نوشہرہ کی طرف گامزن ہوچکا تھا۔ اب اس بے سروسامانی کے عالم میں کہ اس علاقہ میں نووارد تھے، عوام سے ابھی رسم وراہ پیدا نہ ہوئی تھی۔ پھر پٹھانوں کے رسم ورواج، دوستی و دشمنی کسی چیز سے بھی تو پوری طرح واقفیت نہ رکھتے

"غداری کے باعث فتح شکست میں بدل گئی"

تھے۔ مقابلہ میں سکھوں کا منظم لشکر اور وہ بھی کثیر التعداد میں بھی موجود تھا۔ ان حالات میں بھی سید صاحب خاموش تماشائی نہ بن سکے۔ انہوں نے خدا کا نام لے کر اعلان جہاد کیا۔ اس وقت کوئی پانچ سو ہندوستانی اور کوئی دو سو قندھاری ان کے شریک سفر تھے۔ الحمدللہ مقامی باشندے بھی ہم نوا ہوگئے تو آپ پندرہ سو مجاہدین کو ساتھ لے کر مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جذبہ ایمان اور ولولہ جہاد کے سوا ان پندرہ سو مجاہدین کو کون سی طاقت سکھوں کے مقابلے کی ہمت دلا سکتی تھی۔ قدرت نے یاوری کی، دلوں میں جوش اسلام کا تلاطم اٹھا تو وہ خدا کا نام لے کر میدان کارزار کی طرف چل پڑے۔ ۱۹ دسمبر ۱۸۲۶ء کی صبح کو نوشہرہ کلاں (ضلع پشاور) جا پہنچے۔ شب خون مارنے کا فیصلہ ہوا تو نو سو مجاہدین کو اس کام کے لئے منتخب کیا۔ اس کشمکش کے دوران میں جب خواص خان خٹک اپنی جماعت ساتھ لئے سکھوں سے جاملا تو اس کے چچا امیر خان خٹک نے سید صاحب کی قیادت کے سامنے سر تسلیم خم کردیا اور پھر مذکورہ منتخب شدہ جماعت نے ۲۰/۲۱ جمادی الثانی ۱۲۴۲ھ مطابق ۲۱/۲۲ دسمبر ۱۸۲۶ء کو شب خون مارا۔ ابتداء میں تو سکھ سراسیمہ ہوکر بھاگے۔ مجاہدین کامیاب و کامران نظر آنے لگے۔ لیکن مجاہدین سے غلطی ہوئی۔ ان میں سے اکثر اپنے مخصوص فرائض کو چھوڑ کر لوٹ مار کرنے لگے۔ مقابلہ یا دشمن کو نقصان پہنچانے کی بجائے سکھوں کو سراسیمگی کی حالت میں دیکھ کر مال و اسباب پر قبضہ کرنے کی فکر ہونے لگی۔ نتیجہ یہ کہ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ سکھ پھر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے اور مجاہدین کو واپس لوٹ آنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔ مذکورہ شب خون میں سید صاحب کی ہمت و استقلال کو دیکھتے ہوئے خواص وعوام اسطرف متوجہ ہونے لگے۔ سکھوں کے مظالم سے تو پوری کی پوری آبادی نالاں تھی۔ انہیں جب ایک مجاہد قائد مل گیا تو پھر اس کی امداد و اعانت میں کسی تساہل کو روا رکھنا برداشت نہ ہوا۔ چنانچہ اس جنگ کے فوراً بعد ہنڈ کے رئیس خادی خان اور زیدہ کے رئیس اشرف خان معہ اپنے ساتھیوں کے مجاہدین میں شامل ہوگئے اور پھر خادی خان نے سید صاحب کو اپنے ساتھ ہنڈ میں مقیم ہونے پر بھی رضامند کرلیا۔ قبیلہ مندڑ خیل کے رئیس فتح خان نے پنجتار نے بھی ساتھ دینے کا اعلان کیا تو بارک زئی خاندان کے حکمران سید محمد خان اور سلطان محمد خان نے بھی بیعت کرلی۔

جنگ شیدو:

مذکورہ شب خون کے بعد ایک طرف سکھ تیاری میں معروف نظر آنے لگے تو دوسری طرف سید صاحب بھی میدان کارزار کو گرم دیکھنے کے متمنی تھے۔ لشکر جمع کیا جانے لگا۔ یوسف زئی بکثرت جذبۂ جہاد سے سرشار میدان جنگ میں کود جانے کو بیقرار نظر آئے۔ لشکر کی فراہمی میں فتح خان۔ پنجتار اشرف خان زیدہ اور خادی خان ہنڈ کے علاوہ امیر محمد خان باجوڑی اور دوسرے رؤسا بھی ہمہ تن معروف تھے۔ نوشہرہ میں لشکر کا اجتماع ہوتا تھا۔ رسم ملک کے مطابق ہر جماعت اپنا نشان اٹھائے چلی آرہی تھی پٹھانوں میں یہ رواج ہے کہ جنگ کے لئے جس قدر افراد یکجا روانہ ہوں وہ اپنا علم ساتھ رکھتے ہیں۔ چنانچہ سینکڑوں پرچم لہراتے دکھائی دینے لگے۔ یار محمد خان اور اس کے بھائی سلطان محمد خان اور پیر محمد خان بھی معہ اپنے لشکر کے ان مجاہدین سے آملے۔ یہ لشکر جس کی تعداد چھتیس ہزار بتائی جاتی ہے اس وقت شیدو میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھا تو اسلامی لشکر نے اکوڑہ کے قریب اپنا کیمپ نصب کردیا۔ مجاہدین نے جو برق کی طرح بڑھتے ہوئے حملہ کیا تو سکھوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ انہوں نے پھر مورچہ قائم کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ پھر بھاگے۔ فتح یقینی نظر آنے لگی۔ سید صاحب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ خود میدان جنگ میں سخت علیل پڑے تھے اور ان کے دست راست حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید تیاری میں معروف تھے۔ اس دوران میں کہ جنگ ابھی ہو رہی تھی کہ یار محمد خان بارک زئی جس نے میدان جنگ میں مع لشکر موجود ہوتے ہوئے بھی عملاً کوئی حصہ نہ لیا تھا میدان سے نکل بھاگا۔ اسے دیکھا دیکھی کئی دوسرے افراد بھی رخصت ہوئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کا رخ پھر گیا تو مسلمانوں کی فتح شکست سے بدل گئی۔

اس جنگ میں پٹھان تو مردانہ وار معروف تھے لیکن یار محمد خان بارک زئی کی غداری سے مسلمانوں کی تباہی کا باعث بنی۔ اس سلسلہ

میں کہا جاتا ہے کہ سکھوں کو جب اس اقدام کا علم ہوا اور اس کی تیاری ہو رہی تھی تو اسی وقت سے انہوں نے یار محمد خان بارک زئی کو دھمکانا شروع کیا اور متنبہ کر دیا تھا کہ اگر اس نے مجاہدین کے لشکر کی امداد و اعانت کی تو اسے اس کا بدلہ دینا پڑے گا۔ کہتے ہیں کہ اس دھمکی سے گھبرا کر یار محمد خاں نے غداری کی۔ وہ میدان جنگ میں تو پہنچ گیا لیکن وہاں ایسا مورچہ سنبھالا کہ جہاں جنگ کا کوئی خاص خطرہ نہ تھا اور پھر جب بلاوجہ دکھائے میدان جنگ سے بھاگ نکلا تو شکست کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ فطرتاً لشکر اسلامی میں ابتری پھیلی اور شکست کا باعث بن کر رہ گئی جس پر سکھوں نے اپنی پوری مملکت میں جشن خوشی منایا۔ یہ جنگ ۱۸۲۷ء میں لڑی گئی تھی۔

سید احمد شہیدؒ کے علاقہ یوسف زئی کا دورہ

مذکورہ جنگ کے بعد حضرت سید احمدؒ نے بونیر اور سوات کی راہ لی۔ اپنے لئے کسی مستقل مرکز کی تلاش شروع ہوئی۔ چنانچہ ان علاقوں میں انہوں نے ایک ایک آبادی کا دورہ کیا۔ ہر جگہ ان کا عزت و احترام سے استقبال ہوا۔ جگہ جگہ سے امداد و اعانت ملتی رہی۔ ان کی طاقت میں روزافزوں اضافہ ہونے لگا۔ وہ خود فرماتے ہیں:

"فقیر نے یوسف زئی کے مختلف اضلاع مثلاً چلہ بونیر اور سوات کا دورہ کیا اور ان بستیوں کے مومنوں اور مسلمانوں کو بالمشافہ اقامت جہاد و ازالہ فساد کی ترغیب دی۔ افغانوں کے متعدد گروہوں مثلاً آفریدیوں، مہمندوں، خلیلوں کو تحریری دعوت نامے بھیج کر اس سعادت عظمیٰ کے حصول اور اس عبادت کبریٰ کی بجا آوری پر متوجہ کیا۔ الحمدللہ بو سنیر صادقین نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔"

بحوالہ سید احمد شہیدؒ
از مہر صفحہ ۴۳۰

فتح خان رئیس کی دعوت پر پنجتار کو مرکز کی حیثیت دے کر سید صاحبؒ نے اس کے اردگرد علاقہ کا دورہ کیا۔ ہر جگہ نتائج خاطر خواہ نکلتے رہے۔ پھر بعض وجوہات سے انہوں نے خار کو اپنا مرکز بنا لیا۔ جمادی الاخر ۱۲۴۴ھ دسمبر ۱۸۲۸ء جنوری ۱۸۲۹ء تک وہاں مقیم رہے اور اس عرصہ میں گردو نواح میں تبلیغ کا کام جاری رہا۔ جنگ شیدو کے بعد حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی قیادت میں کچھ مجاہدین ہزارہ کی طرف چلے گئے تھے۔ ادائے فرائض کے بعد وہ بھی دوبارہ پنجتار میں سید صاحب سے آملے اور بعد میں ان کے ساتھ ہی رہے۔

جنگ اتمان زئی

مختصر یہ کہ وقت نے پوری طرح حضرت سید احمد شہیدؒ کا ساتھ دیا۔ جس علاقے میں انہوں نے قدم رکھا کامیابی نے قدم چومے۔ علاقے کے رئیس و عوام نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ہزاروں کی تعداد میں باشندگان سرحد نے میدان جہاد میں اپنی جانیں قربان کرنے کو پیش کر دیں، لیکن جب یہ سب عروج حاصل ہوا۔ جب یہ سب طاقت یکجا ہونے لگی کہ جس کی ضرب سے سکھوں کا قلع قمع کیا جا سکتا تھا۔ حالات نے پلٹا کھایا تو وہ طاقت خود مسلمانوں کو کچلنے کے لئے استعمال ہونے لگی۔ ان لوگوں کو جنہوں نے سید صاحبؒ کے خلاف اقدام کیا تھا یا کرنا چاہتے تھے اب روکنا ضروری ہو گیا۔ اور یہ اطلاع ملنے پر کہ درانیوں کا لشکر جو اس وقت پشاور اور ہشت نگر وغیرہ کے علاقہ پر حکمران تھے سید صاحبؒ کو اس کی مدافعت کے لئے اقدام کرنا ناگزیر ہو گیا۔ چنانچہ مجاہدین اتمان زئی کی طرف روانہ ہوئے۔ اب مسلمان کے مقابلے میں مسلمان شمشیر بکف نظر آنے لگے۔ مجاہدین میں چونکہ کوئی باقاعدہ نظم نہ تھا اس وجہ سے شکست کھائی اور اس خون مسلم سے غالباً مئی ۱۸۲۸ء میں موضع اتمان زئی تحصیل چارسدہ کی سرزمین کی آبیاری ہوئی۔

شریعت اسلامیہ کا نفاذ

اس جنگ کے بعد اپنے حقیقی مقاصد کے حصول کے لئے سید صاحب نے تگ و دو کو اور تیز کر دیا اور خار سے چل کر پنجتار میں جا مقیم ہوئے۔ اب تجاویز کی جانے لگیں کہ علاقہ بھر کے علماء، رؤساء اور دیگر قابل ذکر اشخاص کو مجتمع کیا جائے۔ چنانچہ یکم شعبان ۱۲۴۴ھ مطابق ۶ فروری ۱۸۲۹ء کو ایک عظیم اجتماع ہوا یا دور حاضر کی اصطلاح میں وسیع پیمانے پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی، جس نے علمائے اسلام نے شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے فوری قیام و اجراء کا فیصلہ سنا دیا۔ اس اجتماع میں شمولیت کرنے والے رؤسا میں اشرف خان زیدہ، خادی خان ہنڈ اور فتح خان قابل ذکر ہے جن کے ساتھ اپنی اپنی بھاری جمعیتیں تھیں اور جو بعضاً اپنے علاقے میں حکمران کی حیثیت رکھتے تھے ان میں کے فتح خان رئیس پنجتار نے کانفرنس یا سید صاحبؒ کو آنے والے اس خطرہ سے آگاہ کر دیا کہ:

"صدہا برس کے مراسم ترک کرنے کے باعث افغانوں کے ساتھ اختلافات بھی رونما ہو جائیں گے۔"

بحوالہ سید احمد شہیدؒ از مہر

لیکن اس کی کوئی شنوائی نہ ہوئی اور جہاں ہمارے علمائے کرام نزاکت وقت حالات گردو پیش اور کسی فیصلہ پر سنجیدگی سے غور و فکر کئے بغیر اپنے اقتدار کے قیام و زعم علم میں فیصلہ کر دینے کے عادی ہو چکے ہوں وہاں کسی کی کیا چل سکتی تھی۔ حکم خدا اور رسول کے نام سے ان کے فیصلے نافذ کر دینے کا فیصلہ ہوا۔ تمام برائیاں ختم کر دیں۔ شرک، بدعات اور غلط رسومات کو ختم کیا۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلے

ہونے لگے۔ شراب پر پابندی، کسبی عورتوں کے کسب خانے ختم کئے۔ چور بازاری۔ دغا بازی غرض تمام برائیاں ختم کر دیں۔ اگرچہ بعض بدعتی علماء اور سکھوں کے ایجنٹوں نے غلط فتوے بھی لگائے اور لوگوں کو جہاد سے بدظن کرنے میں کوئی قصر نہ چھوڑا، لیکن فکر شاہ ولی اللہؒ کے سچے وارثوں کی سرگرمیوں میں کوئی فرق نہ آیا، اور اس حال میں بھی شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ برابر شرک و بدعات کو ختم کرتے رہے اور جہاد کے لئے مسلمانوں کو تیار کرتے رہے۔ مسلمانوں کے دلوں میں جذبۂ جہاد اور حریت کی روح پھونکتے رہے۔

سکھوں کا دوسرا حملہ

اس کے بعد سید صاحب نے پھر ارد گرد کے علاقوں میں امداد و اعانت کے لئے پیغام بھیجے۔ مجاہدین جمع ہونے شروع ہوئے۔ اسی دوران میں سکھوں نے ونتورہ کی قیادت میں دوبارہ پنجتار کی طرف اقدام کیا اور وہ موضع سلیم خان سے نکل کر طوطالی تک جا پہنچے۔ یہاں مجاہدین مقابلہ کے لئے تیار کھڑے تھے۔ اور پہاڑیوں میں مجاہدین کو اس طرح تقسیم کر دیا تھا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ دکھائی دے رہی تھی۔ ونتورہ نے آگے بڑھنے کی ہمت نہ کی اور واپس لوٹ گیا اور آمد و رفت دونوں اوقات میں اس راستہ کی آبادیوں کو سکھوں کی روایت زندہ رکھنے کے لئے آتش کرتا گیا۔

خانہ جنگی :-

اب مجاہدین اپنے مستقبل کی فکر کرنے لگے۔ انہوں نے سوچا کہ یا تو بارک زئیوں کے خلاف اقدام کیا جائے کہ جو سکھوں کے تابع فرمان اور مجاہدین کے راستہ میں کانٹے بچھاتے تھے یا پھر خادی خان ہنڈ کے کانٹے کو راستہ سے دور کر دیا جائے کہ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے خوانین یا قبائل شریعت اسلامیہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو تیار نہ تھے اور بالآخر فیصلہ یہی ہوا کہ پہلے خادی خان سے نپٹ لیا

جائے اور اس کے بعد بارک زئیوں کی باری آئے۔

سید صاحب ہنڈ پر نہایت رازداری سے حملہ کی تیاری کرنے لگے۔ ساز و سامان تیار کرایا تاکہ شب خون مار کر قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ چنانچہ لشکر روانہ ہوا اور صبح ایسے وقت قلعہ کے سامنے پہنچا کہ مقیمین قلعہ بے خوف و خطر دروازہ کھول کر باہر نکلنے کو تھے یعنی شب خون کا وقت گزر چکا تھا، لیکن جونہی دروازہ کھلا مجاہدین بندوقیں داغتے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ خادی خان جس نے سید صاحب کی آمد پر بحیثیت انصار کے فرائض سرانجام دیے تھے مارا گیا۔ اس کی لاش اس کے ورثاء کے حوالے کر دی گئی لیکن ان کے اہل و عیال کو ایک عرصہ تک اپنے ورثا کے پاس جانے کی اجازت نہ ملی۔

ھنڈ پر حملہ

صفر ۵ ۱۲۴۵ھ مطابق ۸ اگست ۱۸۲۹ کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس واقعہ کے

قبائلی خوانین نے بدعہدی اور بزدلی کا ثبوت دیا۔

بعد خادی خاں کے ساتھیوں نے بدلہ لینے کی ٹھانی اور خادی خان کے اہل و عیال کو رہائی دلانے کی کوششیں شروع کیں۔ مقرب خان رئیس زیدہ جو سید صاحبؒ کے فدائیوں میں تھا جب اپنے قریبی رشتہ دار خادی کے اہل و عیال کی مدد نہ کر سکا تو گاؤں چھوڑ کر کہیں غائب ہو گیا جس پر اسے معزول قرار دے دیا گیا اور فتح خان رئیس زیدہ منتخب یا نامزد ہوا۔ خادی خان کے بھائی نے دوسرے خوانین سے امداد طلب کی۔ بالآخر پشاور میں یار محمد خاں بارک زئی کے پاس پہنچا تو اسے اپنی امداد پر رضامند کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ یار محمد خان کے ایک معتمد نے ہنڈ پر یورش کی، اور وقتاً فوقتاً چھاپے مارتا رہا تا آنکہ خود یار محمد خاں بھی لشکر لے اریان پہنچ گیا۔ اریان سے نکل کر بدرئی نالہ کے قریب یار محمد خان نے اپنی توپیں نصب کر دیں۔ مقابلہ شروع ہوا۔ یار محمد خان کو شکست ملی۔ وہ خود زخمی ہو کر بھاگا تو راستہ میں ہی وفات پا گیا اور مال و اسباب مجاہدین کے ہاتھ لگا۔ یہ جنگ ۵ ستمبر ۱۸۲۹ کو ہوئی۔

بحوالہ یوسف زئی افغان ص۲۴۶

سید صاحب ہزارہ میں

اس کے بعد سید صاحب کی توجہ ہزارہ کی طرف منعطف ہوئی۔ چنانچہ لشکر اس طرف روانہ کیا گیا۔ وہاں کئی جنگیں لڑی گئیں۔ بہت سے علاقہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ سیرت سید احمد شہیدؒ جلد ما میں بھی اس کا ذکر ہے۔

عشر وصول کرنے پر اختلافات

سید صاحبؒ نے یہاں سے پھر ایک

پھر ایک جماعت کو یوسف زئی کے میدانی علاقہ کی طرف بھیج دیا تاکہ احکام شریعت کا نفاذ کرے۔ عشر پہلے علماء کو ملا کرتا تھا۔ اسی پر ان کی زندگی کا دارومدار تھا۔ جماعت مجاہدین نے اسے امام یا امیر کا حق ظاہر کرتے ہوئے خود اصول کرنا شروع کر دیا۔ علماء نے اول مخالفت کی۔ بعد میں طاقت سے دب کر چپ ہو گئے، لیکن دلوں میں مخالفت پکنے لگی۔ اسی دوران میں خان کلابٹ مقابلہ پر اتر آیا۔ جنگ ہوئی۔ خان نے شکست کھائی۔ اس کے ساتھ ہی مجاہدین نے قلعہ ہنڈ پر بھی قبضہ کر لیا تو ارد گرد کے علاقے مثلاً مرغز، ٹھنڈی کوئی، گڈی اور پنج پیر پر بھی انہیں اقتدار حاصل ہو گیا۔ یہ ایک اہم

ادائیگی عشر کا مسئلہ مابین النزاع رہا۔ جہاں طاقت دکھائی دیتی ہے وہیں اقرار کر لیا جاتا اور جہاں طاقت دکھائی نہ دی وہیں لوگوں نے انکار کر دیا۔ اب کسی بحث و دلیل کی گنجائش باقی نہ تھی۔ فیصلہ دے دیا گیا کہ عشر امیر کا حق ہے اس سے اختلاف کفر کے مترادف تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر جب مذکورہ جماعت کے ایک قائد قاضی سید محمد حبان کے اس ارشاد پر کہ جو اہل رسوم خدا اور رسول علیہ السلام کے حکم کے خلاف باپ دادا کی ریت پر چلتے ہیں وہ عملاً کافر ہے۔ اس طرح آگ مخالف سلگتی رہی، اگرچہ اس جماعت کے سامنے یکے بعد دیگرے مختلف گاؤں اظہار اطاعت وفاداری بھی کرتے رہے۔

ھوتی پر حملہ

ان حالات میں رد سا ہوتی اور مردان سے بھی اختلافات پیدا ہوئے۔ مجاہدین نے ان دونوں قصبوں پر ہلہ بول دیا۔ اس وقت احمد خان ولد لشکر خان مردان جس پر یار محمد خان وغیرہ کی بہن کی شادی تھی۔ کمان زئے علاقہ کا رئیس اعظم تھا۔ وہ شکست کھا گیا تو اس کا مال و اسباب بحق مجاہدین ضبط کر لیا گیا۔ اس کے بھائیوں کو معافی دے کر محمد خان کو اس علاقہ کا سردار مقرر کر دیا۔ اس حملہ آور جماعت کے قائد قاضی سید محمد حبان جنگ میں شہید ہوئے۔ جب لشکر نے واپسی کا اہتمام کیا تو علاقہ میں جگہ جگہ عشر وصول کرنے کے لئے تحصیلدار مقرر ہوئے جن کی قیادت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے حصہ میں آئی۔

(تاریخ یوسف زئی افغان
مؤلف اللہ بخش یوسفی مرحوم)

پشاور میں آمد:

اب انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وقت کی مناسبت سے بارک زئی اقتدار کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ لشکر کو ساتھ لئے چل پڑے۔ چارسدہ سے تنگی اور شب قدر ہوتے ہوئے مچنی کے راستہ ریگی (پشاور) پہنچے تو پتہ چلا کہ ان کی آمد کی خبر سن کر سلطان محمد خان بارک زئی پشاور کو خالی کر گیا تھا۔ اس جگہ کوئی جنگ نہ ہوئی اور سلطان محمد خان بارک زئی کی طرف سے ارباب فیض اللہ خان ساکن ہزار خوانی پشاور نے وکالت کرتے ہوئے صلح کے لئے کوششیں کیں۔ وہ اپنے اس نیک مقصد میں کامیاب رہا۔ سید صاحب معہ اپنے رفقا کے بطور مہمان کابلی دروازے سے پشاور شہر میں داخل ہو کر گور کھٹری میں مقیم ہوئے۔ ارباب فیض اللہ خان نے شرائط صلح طے کیں۔ فیصلہ ہوا کہ حکومت سلطان محمد خان کو سونپ دی جائے۔ وہ وقت ضرورت سید صاحبؒ کی امداد و اعانت کرتا رہے اور اپنی بری عادتوں کو چھوڑ دے۔ اس کے بعد پشاور میں اجرائے شریعت کے لئے قاضی وغیرہ مقرر کر کے سید صاحب واپس لوٹ کر پنجتار جا پہنچے۔

مجاہدین کا قتل عام:

سلطان محمد خان کو جب مجاہدین کی طرف سے اطمینان ہو گیا اور پشاور کا علاقہ بھی اسے واپس مل گیا، یا یوں کہئے کہ جس سلطنت کا اسے طور تھا لٹ جانے کا وہ محفوظ ہو گئی تو اس نے سازشوں کے جال بچھانا شروع کر دیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے کے مصداق سلطان محمد خان نے بھی علماء کی خدمات حاصل کیں۔ انہوں نے سید صاحب اور ان کی جماعت کے خلاف فتوے دیے۔ مخالفین کو ان فتوؤں کی آڑ مل گئی۔ بالآخر طے پایا کہ ایک ہی رات میں تمام مجاہدین کو جام شہادت پلا دیا جائے اس کی ابتدا پشاور سے ہوئی جہاں سلطان محمد خان نے ارباب فیض اللہ خان اور سید صاحبؒ کے مقرر کردہ قاضی و تحصیلدار کو قتل کر دیا اور باقیوں کو بھی مختلف مقامات پر نہایت بیدردی سے قتل کیا گیا اور یہ بزدلی اور بدعہدی کا ایسا بدنما واقعہ ہے جو پٹھانوں کے دامن سے دھلے دھل نہیں سکتا۔

سید احمد شہیدؒ کی شہادت

سید صاحب کے خیالات سن کر بعض رفقا نے اختلاف کیا لیکن جب سید صاحبؒ نے اس واقعہ سے انتہائی نفرت کا اظہار کر دیا تو سب خاموش ہو گئے۔ اس دوران میں باشندگان سوات سے بھی مذہبی اختلاف زور پکڑ چکے تھے۔ ان حالات میں سید صاحبؒ نے صاف کہہ دیا کہ میدانی علاقہ کی مخالفت کو وہ دیکھ چکے تھے۔ پشت پر سوات کا علاقہ وہ بھی مخالف اور خود فتح خان پنجتار پر بھی انہیں اب بھروسہ نہیں رہا تھا۔ حالانکہ اس وقت تک وہ پوری دیانتداری سے ساتھ دے رہا تھا۔ بہرحال حالات سے مایوس و مجبور ہو کر سید صاحبؒ نے پکھلی ہزارہ جانے کا آخری فیصلہ کر لیا اور وسط رجب ۱۲۴۶ھ میں خدا کا نام لے کر روانہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ ہزارہ میں تبلیغ کرتے رہے۔ بالاکوٹ (ہزارہ) میں سکھوں کے نرغے میں پھنس کر مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے بروز جمعہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو اپنے خلیفہ نائب یا دست راست حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور کئی دوسرے ساتھیوں کو ساتھ لے جام شہادت نوش کر گئے۔

تحریک مجاہدین پر سرسری نظر:

ظاہر ہے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء کی یہ تمام تگ و دو، یہ سفر و قیام مسافرت کی صعوبتیں طول طویل راستوں کی مشکلات حتیٰ کہ اپنے وطن اجداد کو ترک کرنے کی غرض و غایت اعلائے کلمۃ الحق کا اجراء تھا۔ ہندوستان کو غیر مسلموں کی غلامی سے نجات دلانا تھا۔ صوبہ سرحد اور پنجاب کو سکھوں کے ناپاک قدموں سے

حافظ عبداللطیف
اسلام آباد

رہائشی مکانات کی تعمیر اور حکومت کی پالیسی

مکان انسان کی نہایت بنیادی ضرورت ہے۔ اگرچہ دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں کسی نہ کسی حد تک یہ مسئلہ موجود ہوتا ہے لیکن ترقی پذیر ممالک خصوصاً پاکستان میں اس کی شدت اور سنگینی ناقابلِ برداشت ہو گئی ہے۔ رہائشی مسئلہ کی وجوہات کئی ہیں۔ مثلاً مکانات کی کمی، تعمیراتی سامان کی رسد کی قلت اور گرانی، کرایہ جات کی زیادتی اور غیر منصفانہ تقسیمِ دولت۔ پاکستان میں اسوقت رہائشی مکانات کی کمی کی وجہ متذکرہ بالا تمام اسباب ہیں۔ رہائشی مسئلہ کو حل کرنے کے سلسلے میں حکومت وقت کی حکمت عملی کو بہت زیادہ دخل ہوتا ہے، لیکن بدقسمتی سے پاکستان کی حکومتوں کی طرف سے اس سلسلے میں ماضی میں خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔

اسوقت تقریباً ملک کی ایک تہائی آبادی اپنے مکانات سے محروم ہے اور وہ کرایہ کے مکانوں میں رہنے پر مجبور ہے۔ پرانے زمانے میں مشرقی تہذیب کی بنا پر سادہ زندگی کی صورت میں خاندانوں کے سربراہوں کے ساتھ اولاد کے مل کر رہنے کی وجہ سے مکانات کی ضرورت زیادہ نہیں پڑتی تھی۔ اب آبادی کے بڑھنے اور جدید تہذیب کے پھیلنے سے واحد خاندانی زندگی کے رواج کے ساتھ ساتھ مکانات کی ضرورت بھی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ حکومت اس سلسلے میں زیادہ مؤثر کردار ادا نہیں کر رہی جس کی وجہ سے یہ مسئلہ بے ہنگم طور پر دن بدن سلجھنے کے بجائے الجھتا چلا جا رہا ہے۔ حکومت کو شہری حلقوں میں نقشہ منظور کرنے کے علاوہ مزید مؤثر کردار ادا کرنا چاہیئے۔

اس وقت ملک میں تعمیراتی کام بہت زور شور سے ہو رہا ہے۔ ملک کی ایک کثیر آبادی بیرونی ممالک میں جانے کے بعد کافی کمائی کر کے ملک میں بھجوا رہی ہے۔ اس طرح ملک میں دولت کی ریل پیل تو ہو رہی ہے، لیکن اس کا استعمال سرمایہ کاری میدان میں حوصلہ افزاء اور مساعد حالات کے فقدان کی وجہ سے شہری جائیداد بنانے میں ہو رہا ہے۔ اگرچہ اس طرح مکانات تعمیر ہونے سے رہائشی مسئلہ کے حل کی طرف ہم جا تو رہے ہیں لیکن اس سے کئی نئے مسائل بھی پیدا ہو رہے ہیں، مثلاً تعمیراتی سامان دن بدن گراں سے گراں تر ہوتا جا رہا ہے۔ مزدوری بڑھ رہی ہے۔ دیگر تعمیراتی اخراجات میں اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے مکانات کے کرایے بھی بڑھ رہے ہیں۔ ان حالات میں حکومت کو آگے آنا چاہیئے اور اس مسئلہ کے حل کے سلسلے میں مفید اقدامات اٹھانے چاہئیں تاکہ تعمیر کا کام صحیح خطوط پر کم خرچ پر جاری رہ سکے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقدامات مفید ہو سکتے ہیں:۔

حکومت کے کرنے کے کام:۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مکان کی تعمیر ایک نہایت ہی پیچیدہ معاملہ ہے — تعمیراتی پیچیدگیوں کے ساتھ عام تجربہ کی بنا پر اس میں روپیہ، وقت اور سامان کا ضیاع ایک عام مسئلہ ہے۔ انفرادی طور پر کام کروانے سے تقریباً ہر شخص کو پہلی بار ناتجربہ کاری کی بناء پر تقریباً ایک چوتھائی لاگت زیادہ اٹھانی پڑتی ہے۔ مکان کی تعمیر ایسا معاملہ ہے جو ایک شخص کو شاید زندگی میں ایک ہی بار پیش آتا ہو۔ چنانچہ ہر شخص پہلی بار اس میں ناتجربہ کاری سے نقصان اٹھاتا ہے۔ جب ایک بار تجربہ حاصل کر لیتا ہے تو پھر دوسرا مکان بنانے کی شاید ہی نوبت آتی ہو۔ اس لئے حکومت کو سب سے پہلے اس سلسلے میں این۔ سی کے علاوہ چند اور کمپنیاں بنانی چاہئیں جو مناسب معاوضہ پر مکانات کی تعمیر کرنے کی خدمات انجام دیں۔ چونکہ ایسے ادارے منظم ہوں گے۔ ان کے پاس کاریگر مستقل ہوں۔ سامان وسیع پیمانے پر خریدا جا سکے گا۔ اسی طرح دیگر لازمی سامان مثلاً شٹرنگ وغیرہ بھی مستقل ہوا کریں گی۔ اس سے اخراجات میں معتدبہ بچت ہوا کرے گی۔

یکساں سائز کے پلاٹوں کی تعیین

اس وقت مکان کی تعمیر کے سلسلے میں سب سے اہم مسئلہ پلاٹوں کی قیمتوں کا ہے۔ زمین چونکہ قدرت کا عطیہ ہے جس کی رسد بڑھائی نہیں جا سکتی۔ اس لئے اس کی مانگ بڑھنے سے قیمتیں بہت زیادہ بڑھ رہی ہیں۔ ادھر بڑا مکان سماجی حیثیت اور شان و شکوہ کا مظہر بن گیا ہے۔ اس لئے دولت والے کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ بڑے پلاٹ پر مکان بنایا جائے۔ اس سے زمین کی رسد میں کمی ہونے کی وجہ سے اراضی کی قیمتیں بہت ہی تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ چنانچہ یہ عام مشاہدہ ہے کہ جہاں ایک طرف بعض لوگوں کے پاس محض چارپائی بچھانے کے لئے جھگی یا جھونپڑا ڈالنے کا قطعہ اراضی نہیں وہاں دوسری طرف ایسے بھی لوگ ہیں جن کے پاس کئی کئی کنال کی کوٹھیاں ہیں۔ لہذا حکومت کو چاہیئے کہ رقبہ مقرر کر کے اس سے بڑے پلاٹ پر مکان بنانے کی اجازت ہی نہ دی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ چند چھوٹے سائز کے قطعات کی بھی تعیین کر دے۔ ان پلاٹوں کے سائز وں کے علاوہ ان پر بننے والے مکانات کے بھی چند ڈیزائن معیّن کر دے تاکہ ظاہری اور خارجی تزئین و آرائش پر اٹھنے والے بے بہا اخراجات کی روک تھام ہو سکے۔ اس سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ لوگوں کو انفرادی طور پر مکانات کے نقشے اور تخمینے تیار کرانے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ معیّنہ نمونوں اور ڈیزائنوں پر مکانات کے نقشے مل جایا کریں گے۔

مکانات کی خارجی تزئین و آرائش کی ممانعت

یہ ایک عام مشاہدے کی بات ہے کہ ہمارے ہاں تعمیر ہونے والے مکانات کے خارجی حصوں پر محض نمائش اور تزئین و آرائش کے لئے بہت زیادہ سرمایہ ضائع کیا جاتا ہے۔ مکانات میں مکانیت، افادیت اور اس کو آرام دہ بنانے کے بجائے خارجی نمائش پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے جس پر سرمایہ میٹریل اور وقت کا ضیاع ہوتا ہے، لہذا مکان کے خارجی حصوں پر ہر قسم کی آرائش و تزئین پر پابندی عائد ہونی چاہیئے تاکہ تعمیراتی اخراجات کم ہو سکیں۔ اس طرح مکانات کو خارج سے خوبصورت سے خوبصورت تر بنانے کی ریس کا علاج بھی ہو سکے گا۔

کرایہ (رینٹ) کنٹرول

ملک میں مکانات کی تعمیر تو تیزی سے ہو رہی ہے اس کے ساتھ ہی مکانات کے کرائے بھی بے اندازہ بڑھتے جا رہے ہیں لوگوں کو مجبوراً من مانگے کرایے بھی دینے پڑتے ہیں۔ بعض اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ مکانات کئی کئی ماہ بلکہ کئی کئی سال تک خالی پڑے رہتے ہیں۔ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔

کرایے پر دیے ہوئے مکان کو خالی کرانے کے لئے طریق کار انتہائی مشکل اور پیچیدہ ہے۔ اس لئے بعض اوقات لوگ کرایے پر مکان دے کر ایسی مصیبت میں پھنسنا نہیں چاہتے۔ اس لئے حکومت کو کرایہ داروں کے حقوق کے ساتھ مالکان کے حقوق کے لئے بھی قانونی اہتمام کرنا چاہیئے اور جائز ضرورت مند مالک مکان کے لئے اپنے مکان کو خالی کرانے کے لئے سہل طریق کار معیّن کرنا چاہیئے۔

ثانیاً زیادہ کرائے کے لالچ میں لوگ مکان کو طویل عرصہ تک خالی رکھ چھوڑتے ہیں اس طرح مصنوعی طور پر خالی مکانوں کی رسد میں قلت پیدا کر کے گویا چور بازاری کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حکومت کو اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تجاویز پر عمل کرنا چاہیئے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جس شخص کے پاس زائد از ضرورت سواری ہو وہ اپنے اس بھائی کو دے دے جس کے پاس کوئی سواری نہیں۔ جس کے پاس زائد از ضرورت مکان ہو وہ اسے اپنے اس بھائی کو دیدے جس کے پاس اپنا مکان نہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کرایہ مکان یا مزارعت کو جائز نہیں سمجھتے۔ (یہ ملحوظ رہے کہ صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما مزارعت اور کرایہ مکان کو جائز قرار دیتے ہیں) چنانچہ اسی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں حکم دیا تھا کہ جو شخص مسلسل تین سال اپنی زمین پر کاشت نہ کرے وہ بحق سرکار ضبط کر لی جائے گی چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت بلالؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ جاگیر پر تین سال تک کاشت نہ کی تو حضرت عمرؓ نے ان سے یہ کہہ کر زمین ضبط کر لی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین اس لئے نہیں دی تھی کہ اس کو بیکار پڑا رہنے دیا جائے۔ ملت مسلمہ کا مفاد اس میں ہے کہ اس کو اس شخص کے حوالہ کیا جائے جو اس پر کاشت کر کے امت کے لئے پیداوار غلہ میں معاون اور شریک ہو۔

لہذا حکومت کو ایسا قانون نافذ کرنے کا حق ہے کہ اگر کسی شخص کا مکان کسی خاص عرصہ تک خالی پڑا رہے تو اس کو خود لے کر کسی (مناسب معیاری) کرایہ پر کسی ضرورتمند کو دیدے۔ اس طرح جو لوگ کئی کئی سال تک زیادہ کرایے کے لالچ میں مکانات خالی رکھ چھوڑتے ہیں وہ مجبور ہو جائیں گے کہ مناسب کرایہ پر جلد از جلد کرایہ پر چڑھا دیں جس سے رہائشی مسئلہ کے حل میں مدد مل سکتی ہے۔ مثلاً ایک اندازے کے مطابق اسلام آباد میں پچیس فیصد مکانات خالی پڑے ہیں۔ ان کے مالکان زیادہ کرایے کے لالچ میں مناسب کرایے پر چڑھانے

کے لئے آمادہ نہیں۔ اگر کوئی دکاندار کسی چیز کی (ذخیرہ اندوزی کرتے ہوئے چیز) کے ہوتے ہوئے زیادہ دام وصول کرنے کے لالچ میں اسے بیچنے پر آمادہ نہ ہو تو اس پر بلیک مارکیٹنگ اور ذخیرہ اندوزی کے جرم عائد ہوتے ہیں۔ کیا مکان خالی رکھ کر زیادہ کرایہ وصول کرنا اس جرم کے مترادف نہیں ہے۔ چنانچہ یہ ایک نہایت تلخ حقیقت ہے کہ اسلام آباد میں حکومت کے ادارے (وزارت تعمیرات، پی۔ ڈبلیو۔ ڈی اور وزارت مالیات) جس مکان کا کرایہ ایک ہزار روپیہ معین کرتے ہیں اس کا کرایہ مالکان دو ہزار مانگتے ہیں۔ اسوقت تقریباً نو ہزار سرکاری ملازمین کو اسلام آباد میں ہی مکانات نہیں ملے ہوئے۔ ملازمین وزارت تعمیرات (WORKS) کے پاس مکانوں کی الاٹ منٹ کے لیے جاتے ہیں تو وہاں سے مشورہ ملتا ہے کہ حکومت کے پاس اپنے مکانات نہیں ہیں اس لیے اپنے استحقاق کے مطابق کرایہ کا مکان ڈھونڈ کر مالک سے رضامندی لے آئیں تو وہ انہیں کرایہ پر لے کر دی جا سکتی ہے۔ لیکن کرایہ میں متذکرہ بالا تفاوت کی وجہ سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اس طرح وہ نو ہزار ملازمین جن کو رہائشی مکان نہیں ملے ہوئے شدید مشکلات سے دوچار ہیں۔ بعینہ ملک کے ہر شہر میں بے گھر لوگ ایسی مشکلات سے دوچار ہیں۔

مذکورہ بالا تجاویز پر عمل کر کے حکومت رہائشی مکانات کے مسئلہ کے حل اور تعمیراتی اخراجات کی گرانی کو کم کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔

ترجمان اسلام میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

بقیہ: شہدائے بالاکوٹ

پاک کرانا تھا اور ان مقاصد کے لئے جذبہ جہاد اور ولولہ خدمت اسلام نے انہیں ہندوستان کے دُور دراز علاقوں سے سرحد کی پہاڑیوں تک پہنچایا۔ انہیں ابتداءً اپنے نیک مقصد میں کامیابی بھی ہوئی۔ علاقے کے باشندے جوق درجوق ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ہر شخص میدان جہاد میں کُود جانے کا متمنی نظر آیا۔ ان کے ایک اشارہ ابرو پر سب مر مٹنے کو ہمہ تن تیار دکھائی دیے۔

سید صاحبؒ کو سرزمین سرحد پر بہت مخلص ساتھی ملے۔ ان کی قوت اور طاقت کو استعمال کرتے ہوئے احکام شرعی کا نفاذ کر دیا۔ اگرچہ سید صاحبؒ کے مخالفین بھی کچھ کم نہ تھے، لیکن انہوں نے صرف اور صرف اپنی زندگی اس لئے وقف کر دی تھی کہ اس ملک سے سکھوں کا خاتمہ ہو جائے۔ اس ملک سے شرک اور بدعات رسومات کے تمام اڈے ختم ہو جائیں اور اس سرزمین پر خدا کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت کا پرچم لہرایا جائے۔

بحوالہ تحریک مجاہدین بالاکوٹ
صفحہ ۲۵ مصنف اللہ بخش یوسفی مرحوم

قابلِ غور

ترجمان اسلام کے ایجنسی ہولڈروں سے التماس ہے کہ تمام بقایاجات جلد از جلد ادا کر دیئے جائیں۔ بصورت دیگر ادارہ اس بارے میں سنجیدگی سے غور کرے گا۔

جنرل منیجر

گلفام قصوری میتھی

قصوری میتھی شہر قصور کا مشہور و معروف تحفہ ہے۔ پکوان میں قطعی روح پرور خوشبو اور خاص لذت پیدا کرنے میں اسکا ثانی نہیں۔ ہم اسے گھر گھر متعارف کرانے کیلئے اعلیٰ درجہ کی خالص قصوری میتھی صاف شدہ ۲۰۰ گرام کے پیکٹ میں معہ ڈاک خرچ صرف دس روپے میں ارسال کرتے ہیں۔ آج ہی منگوائیے۔
ہر قسم کی پیکنگ کے علاوہ کھلا مال تھوک کے حساب سے بھی دستیاب ہے۔

زبیر ٹریڈرز
بازار دالگراں۔ قصور

زرعی آلات
مثلاً
ویٹ تھریشر
ٹرالی ہل
کراہ
کی خریداری کے لئے تشریف لائیں۔

پروپرائیٹر: سیٹھ حاجی محمد حنیف
لکڑ منڈی، عارف والا ضلع ساہیوال

آصف موتی چور عمدہ چائے ٹھنڈے مشروبات اور آئس کریم
پروپرائیٹر: امانت علی اینڈ برادرز، میاں چنوں ضلع ملتان

شادی بیاہ و دیگر تقریبات پر لذیذ و خوش ذائقہ مٹھائیوں کے لئے

بقیہ: اللہ والوں کی دنیا

جاؤں؟ اس نے کہا فلاں شخص کے پاس نصیبین میں چلے جانا تو میں پھر اس کے پاس چلا گیا۔ اور اس کو بھی ابتدا سے اپنا پورا قصہ سنایا۔ اس نے بھی مجھے اپنے پاس رکھ لیا۔ وہ بھی اچھا آدمی تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کے بعد میں پھر کہاں جاؤں؟ اس نے کہا اب خدا کی قسم کوئی شخص اس طریقہ کا جس پر ہم لوگ ہیں عالم باقی نہیں رہا، البتہ نبی آخر الزماںؐ کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب آگیا ہے جو دین ابراہیمی پر ہوں گے۔ عرب میں پیدا ہوں گے اور ان کی ہجرت کی جگہ ایسی زمین ہے جہاں کھجوروں کی پیداوار بکثرت ہے اور اس کے جانب دونوں طرف کنکریلی زمین ہے۔ وہ ہدیہ نوش فرمائیں گے اور صدقہ نہیں کھائیں گے ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی (جو ختم نبوت کی علامت ہے) یہ ان کی علامات ہیں اسی وجہ سے حضرت سلمانؓ نے ان علامات کی تحقیق کی تھی۔ پس اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سرزمین پر پہنچ جانا۔ تو اس کے انتقال کے بعد قبیلہ بنو کلب کے چند تاجروں کا وہاں سے گذر ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو تو اس کے بدلے میں یہ گائیں اور بکریاں تمہاری نذر ہیں۔ انہوں نے قبول کر لیا اور مجھے وادی القریٰ یعنی مکہ مکرمہ ساتھ لے آئے اور وہ گائیں اور بکریاں میں نے انکو دیدیں لیکن انہوں نے مجھ پر ظلم کیا کہ مجھے مکہ مکرمہ میں اپنا غلام ظاہر کیا اور مجھے فروخت کر دیا۔ بنو قریظہ کے ایک یہودی نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ اپنے وطن مدینہ طیبہ لے آیا۔ مدینہ طیبہ کو دیکھتے ہی میں نے ان علامتوں سے جو مجھے عموریا کے ساتھی (پادری) نے بتائی تھیں پہچان لیا کہ یہی وہ جگہ ہے۔ میں وہاں رہتا رہا کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ حضور اقدس علیہ السلام اسوقت تک قبا میں تشریف فرما تھے۔ میں نے حضور اقدس علیہ السلام کی خبر سن کر جو کچھ میرے پاس تھا وہ لے جا کر پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ صدقہ کا مال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خود تناول نہیں فرمایا صحابہؓ (فقراء) سے فرمایا کہ تم کھا لو۔ میں نے کہا کہ ایک علامت تو پوری نکلی پھر میں مدینہ واپس آگیا اور کچھ جمع کیا کہ اس دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ میں نے کچھ کھجوریں اور کھانا وغیرہ پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا تو میں نے اپنے دل میں کہا یہ دوسری علامت بھی پوری ہو گئی۔ اس کے بعد میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا اسوقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابیؓ کے جنازہ میں شرکت کی وجہ سے بقیع میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا اور پشت کی طرف گھومنے لگا تو آپ علیہ السلام سمجھ گئے اور اپنی چادر مبارک کمر سے ہٹا دی میں نے مہر نبوت کو دیکھا (سبحان اللہ) اور میں جوش میں اس پر جھک گیا اور اسکو چوم رہا تھا اور رو رہا تھا ؎

سلمانؓ از فارس بلالؓ از حبش صہیبؓ از روم
زخاک مکہ ابوجہل این چہ بوالعجبی است

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان آؤ میرے سامنے حاضر ہوا اور حاضر ہو کر آنحضرت علیہ السلام کو بھی مکمل اور پورا قصہ سنایا۔ اس کے بعد میں اپنی غلامی کے مشاغل میں پھنسا رہا تو ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے آقا سے مکاتبت کا معاملہ کر لو۔ میں نے اس سے معاملہ کر لیا۔ اس نے دو چیزیں بدل کتابت قرار دیں۔ ایک یہ کہ چالیس اوقیہ نقد سونا۔ (ایک اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے اور ایک درم تقریباً تین یا چار ماشے کا) دوسری شرط یہ کہ تین سو درخت کھجور کے لگاؤں اور ان کی پرورش کروں یہاں تک کہ کھانے کے قابل ہو جائیں۔ بظاہر یہ دونوں شرطیں بہت زیادہ سخت تھیں۔ خصوصاً تین سو کھجور کے درخت کس طرح لگیں اور کب پھل دیں جبکہ اب اس عاشق صادق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ایک لمحہ بھی گذارنا بہت دشوار تھا ؎

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت میں اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گذرتی ہیں مہینوں میں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ لگا لیا کہ حضرت سلمانؓ کے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ سلمانؓ زمین تم تیار کرو یہ تین سو کھجوروں کے درخت میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہی اپنے دست مبارک سے لگاؤں گا۔ چنانچہ اسی نسخہ کیمیا کو آزمایا گیا اور آپ علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے یہ درخت لگائے جس کا قصہ شمائل میں حدیث مذکورہ میں گذر چکا ہے اور اتفاق سے کسی جگہ سے سونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ کو مرحمت فرما دیا کہ اس کو جا کر اپنی بدل کتابت میں دیدو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ کافی ہو گا؟ وہ تو بہت زیادہ مقدار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسی سے عجب نہیں پورا فرما دیں۔ چنانچہ حضرت سلمان وہ لے گئے اس میں سے وزن کر کے چالیس اوقیہ سونا اسکو تول دیا (جمع الفوائد) اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شمائل ترمذی کی روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سلمانؓ کو خریدنا اسی لحاظ سے کہا گیا ہے۔ ان کا بدل کتابت حضور علیہ السلام ہی نے ادا فرمایا تھا۔ اپنے دست مبارک سے تین سو کھجور کے درخت لگائے جو اسی سال پھل دینے لگ گئے۔ اپنے پاس سے سونا عطا فرمایا جو بدل میں قرار پایا تھا حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ دس سے زیادہ آقاؤں کی غلامی میں رہا ہوں مگر حضور علیہ السلام کی غلامی نے رنگ دیا۔ حضرت سلمانؓ مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے جب غزوۂ خندق کے بارے میں مشورہ ہوا تو آپؓ کے طریق کار کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور آپ کے مشورہ سے ہی خندق کھدوائی گئی ورنہ عرب میں اس سے پہلے خندق کا دستور ہی نہ

تھا اور نہ ہی لوگ خندق کو جانتے تھے۔ غزوۂ خندق میں چونکہ حملہ آور مشرکین اور یہود مجتمع طاقت بن کر تقریباً دس ہزار کی بہت بڑی تعداد میں ان گنتی کے چند مقدس حضرات سے جنگ کے لئے آمادہ ہو کر پہنچ رہے تھے۔ اس لئے حضرت سلمان فارسی رضؓ نے مشورہ دیا کہ میں نے ملک فارس میں دیکھا ہے کہ جب کسی شہر پر بھاری لشکر چڑھ آتا ہے جس کے مقابلہ کی انہیں طاقت نہیں ہوتی تو اس شہر کے گرد خندق کھود لیتے ہیں اور اس کی پناہ میں لڑتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بہت پسند آئی اور آپ علیہ السلام نے خندق کھودنے کا پاس مدینہ کی بجانب کوہ سلع کے حکم دیا اور طرفین مدینہ مدینہ شہر پناہ کی دیوار اور عمارتوں سے محکم تھا۔ (نوٹ) اس خندق کے کھودنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ شریک تھے اور سب اصحاب مہاجرینؓ انصار رضی اللہ عنہم اجمعین خندق کھودنے میں بڑی محنت کرتے تھے اور آپ علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ بھوک کے سبب سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے اور یہی حالت صحابہ کرامؓ کی تھی۔ حضرت جابرؓ نے یہ حال دیکھا تو اپنے گھر گئے اور اپنی زوجہؓ کو کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ بھی ہماری طرح پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھود رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کی کچھ تدبیر ضرور ہونی چاہیئے۔ اس پاک بی بیؓ نے ایک صاع جو کا آٹا نکالا اور گوندھ کے خمیر کیا اور ایک بکری کا بچہ بھی ذبح کرایا۔ حضرت جابرؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جا کر عرض کیا کہ میں نے تھوڑا سا آپ علیہ السلام کے لئے کھانا تیار کرایا ہے۔ آپ علیہ السلام تشریف لے چلیں۔ آپ علیہ السلام نے زوردار آواز سے سب صحابہ کرامؓ کو کہا کہ چلو آج سب کو حضرت جابرؓ کی طرف سے دعوت ہے اور آپ علیہ السلام نے جابر سے بھی فرمایا کہ جب تک میں نہ پہنچوں ہانڈی نہ اتاریں اور نہ ہی آٹا پکائیں۔ حضرت جابرؓ نے جلدی جا کر اپنی زوجہؓ سے کہا کہ کھانا تھوڑا ہے اور سب اہل خندق

اس دعوت میں شرکت کر رہے ہیں۔ حضرت علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے کہ آپؐ کے آنے سے قبل ہانڈی نہ اتاری جائے اور نہ ہی کھانا پکایا جائے۔ آپؐ تشریف لے آئے اور کھانے کے پاس جا کر آٹے اور ہانڈی میں اپنا آب دہن مبارک ڈال دیا اور برکت کی دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ روٹی پکانے والی ایک اور عورت بھی بنالو اور ہانڈی کو چولہے پر ہی رہنے دو اور اس میں سے گوشت نکال کر پیالوں میں ڈالتے جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے صحابہ کرامؓ کو جو ایک ہزار کی تعداد میں تھے کھلانا شروع کیا۔ ان سب حضرات نے خوب سیر ہو کر کھایا مگر ابھی تک بعینہٖ اسی طرح ہانڈی جوش مار رہی تھی جیسے پہلے تھی۔ اس سے گوشت ذرا بھی کم نہ ہوا اور آٹا بھی اتنا ہی رہا جتنا پہلے سے تھا — (سبحان اللہ) صرف پونے چار سیر آٹا اور ایک بکری کے بچہ کو پورے ہزار آدمی نے سیر ہو کر کھایا اور پھر بھی کھانا اتنا ہی رہا۔ اس خندق کے کھودنے سے اور بھی کئی مخفی رازوں سے قدرت نے آنحضور علیہ السلام کو آگاہ فرمایا۔

طوالت مضمون کے باعث جنکو درج کرنا مشکل ہے مگر صحابہ کرامؓ کا جذبۂ صادق ملاحظہ فرمائیے کیا اخلاص اور للہیت میں کوئی ان سے بڑھ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ حضرات ایسے مقبول بارگاہِ الٰہی ہوئے کہ اکثر کے نام حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سلام پیش کر کے اپنی عقیدت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ کرامات صحابہ نامی کتابچہ میں حضرت حکیم الامت رحؒ نے صحابہ کرامؓ کی عجیب و غریب کرامات کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کتابچہ کے صفحہ ۱۰ میں حضرت سلمان فارسیؓ کی یہ کرامت بھی درج ہے کہ ایک بار حضرت سلمانؓ اور حضرت ابو درداءؓ بیٹھے ہوئے تھے اور دونوں کے درمیان ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جو "سبحان اللہ" پڑھ رہا تھا اور اس پیالہ کی اس تسبیح کو یہ دونوں حضرات سن رہے تھے۔

کہ قربان جانے والو قربان جائیے
کسی صاحب دل نے صحابہ کرامؓ کے مقام کو صرف ایک شعر میں بیان کیا ہے۔ اگر معتقد صحیح ہو تو یہ شعر بھی ان کے کمال بزرگی کی دلیل بن کر دل کے اندھیروں کو دور کر سکتا ہے۔

ے گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم
رہرواں را شمع و اعداء را رجوم

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ
اولٰئک حزب اللہ ط الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ہ
(القرآن)

حضرۃ علیؓ فرماتے ھیں

"دنیا پیٹھ موڑ رہی ہے اور آخرت سامنے آ رہی ہے۔ تم آخرت اختیار کرنے والے بنو۔ آج کا دن کام کا ہے حساب کا نہیں، اور کل کا دن حساب کا ہے کام کا نہیں۔"

مرسلہ: (خاموش مبلغ ملتان

خوشخبری

ہم اپنے کرمفرماؤں کو یہ خوشخبری سناتے ہوئے فخر محسوس کر رہے ہیں کہ ہم موٹر سائیکل کاواساکی۔ یاماہا۔ سوزوکی اور ہنڈا کے مختلف سائز میں

کیریئر

مارکیٹ میں لا رہے ہیں۔ اپنے آرڈر سے جلد مطلع فرمائیں۔ سالہا سال سے سائیکلوں کے خوبصورت اور پائیدار

سٹینڈ کیریئر پیش کرنے والے

پروپرائیٹر محمد نسیم بھٹی الفرید سٹیل پروڈکشن

پاکپتن روڈ۔ عارف والا ساہیوال

خلاف شریعت طریق پر حاصل کردہ مفاد حلال نہیں

فتویٰ حضرۃ مولانا عبدالستار صاحب

اگر حالاتِ حاضرہ کا جائزہ لیا جائے تو بے دین اور جاہل عوام کے ساتھ بعض دیندار اور پڑھے لکھے سمجھدار لوگ بھی طلبِ دنیا اور حصولِ زر کے سلسلہ میں حلال و حرام کی حدود پامال کر جاتے ہیں، حالانکہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اقوال میں مشہور ہے کہ:

"جب حلال و حرام جمع ہوں تو حرام غالب آتا ہے اگرچہ تھوڑا سا بھی ہو۔"

آپ کو بخوبی علم ہوگا کہ بڑے بڑے شہروں کے علاوہ چھوٹے چھوٹے قصبات اور محلّوں میں بھی مالک مکان اور کرایہ دار کی کشمکش پگڑی کی لعنت بن چکی ہے۔ مسلمانانِ پاکستان کی آگاہی کے لئے مدرسہ خیر المدارس کے دارالافتاء سے ایک سوال کا شرعی حکم دریافت کیا گیا ہے جو درج ذیل ہے۔ امید ہے کہ اس سوال اور جواب کی عمومی افادیت و اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہدیۂ قارئین ترجمانِ اسلام فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

فجزاکم اللہ احسن الجزاء

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی ملکیہ دکان بکر کو کرایہ پر دے رکھی ہے اور تقریباً چودہ سال سے باہمی اعتماد کی بنا پر بیدخلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ خدا کی قدرت گزشتہ سال ادائیگی قرض، اجرائے وصیت اور کچھ گھریلو ضروریات کی وجہ سے دکان فروخت کرنے کی مجبوری پیش آگئی۔ لیکن کرایہ دار مذکور نہ تو خود خریدنا چاہتا ہے اور نہ ہی دوسرے خریدار کے لئے دکان کا قبضہ چھوڑتا ہے۔ عموماً مالک مکان اور کرایہ دار کی یہ کشمکش پورے ملک کا مسئلہ بن چکی ہے۔ بعض لوگوں نے تو مروجہ پگڑی کو کاروباری حیثیت دیدی ہے اور ہزاروں روپیہ کا لین دین صرف قبضہ چھوڑنے پر ہو رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کسی کی جائیداد اس کی اجازت کے بغیر "پگڑی" کی رقم لے کر فروخت کر دینا (۱) جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اس رواجی پگڑی کو ذریعۂ معاش بنانا یا کوئی رکاوٹ (۲) پیدا کر کے مالک مکان سے جبراً کچھ رقم وصول کرنا یا اپنے ٹیلیفون وغیرہ کے (۳) تبادلہ کی شرط عائد کرنا کہ مالک مکان اپنے خرچ پر دوسری مجوزہ دکان میں ٹیلیفون منتقل کرا دے اور اس دوران جتنا وقفہ ہو مجوزہ دکان کا (۴) کرایہ کون ادا کرے؟ وغیرہ ان تمام صورتحال سے حاصل شدہ مفاد شرعاً حلال ہے یا حرام؟

بینوا توجروا!

المستفتی

فقیر عبدالواحد بیگ مرحوم پینٹر
مکان نمبر ۱۰۷، محلہ سادات،
دہلی گیٹ، ملتان شہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حوالہ نمبر ۲۶۷/۵۸
مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

۱۔ یہ عقدِ اجارہ ہے جو فریقین کی رضامندی سے باقی رہ سکتا ہے۔ جب مالک اپنی کسی ضرورت سے دکان۔ مکان خالی کرانا چاہے تو فریقِ ثانی کو چاہیئے کہ مدتِ معینہ گزرنے پر خالی کر دے۔ کرایہ دار کسی دوسرے سے "پگڑی" کی رقم نہیں لے سکتا۔ اگر کرایہ دار کی کچھ چیزیں دکان میں نصب ہوں تو ان کو اکھاڑ لے یا مالک دکان سے ان کی مناسب قیمت باہمی تصفیہ سے لے لے۔

۲۔ بلا معاوضہ کچھ مالک دکان سے وصول کرنا جائز نہیں۔

۳۔ انتقالِ ٹیلیفون کی ذمہ داری کرایہ دار پر ہے مالک دکان پر نہیں۔ اس قسم کی شرائط بے جا ہیں۔

۴۔ اگر قبضہ کرایہ دار کا باقی ہے اور عقدِ اجارہ ختم نہیں کیا تو کرایہ کرایہ دار کے ذمہ ہے۔ اور اگر وہ قبضہ چھوڑ چکا ہے تو اس کے ذمہ نہیں۔ خلافِ شریعت طریق پر حاصل کردہ مفاد حلال نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

دستخط (مولانا) عبدالستار صاحب
۲۰-۴-۱۴۰۰ھ
مفتی خیر المدارس ملتان

(مہر:) دارالافتاء مدرسہ خیر المدارس

روس کو افغانستان سے فوراً نکلنا چاہئے

حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ

مدرسہ مدینۃ العلوم ورانہ کے سالانہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ نے فرمایا کہ روس تمام عالم اسلام کا دشمن ہے۔ اس کی کوشش یہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک کو اپنے شکنجہ میں لے لے۔ اسی لئے روس نے افغانستان پر ناجائز قبضہ جمانے کی کوشش شروع کر رکھی ہے لیکن جب تک مجاہدین کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے وہ روس کو کابل میں نہیں رہنے دیں گے۔ حضرت درخواستی نے خبردار کیا کہ روس افغانستان سے فوراً نکل جائے ورنہ روس کو سنگین نتائج بھگتنے پڑیں گے۔ حضرت درخواستی نے میراں شاہ میرعلی وغیرہ کے مہاجر کیمپوں کا بھی دورہ کیا۔ انہوں نے افغانستان کے مہاجرین کو کافی رقم بطور امداد دی۔ حضرت درخواستی نے فرمایا کہ ہم نے اسلام کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ جب تک ہم اسلام کو نہیں اپنائیں گے کابل جیسی تکلیفیں ہم پر بھی آسکتی ہیں۔ حضرت درخواستی نے فرمایا کہ علماء کو چاہئے کہ وہ ہر جگہ دینی مدارس قائم کرکے لوگوں کو اسلام کے حقیقی معنی سے روشناس کرائیں۔

صد سالہ تقریبات پوری دنیا میں منائی جائیں

انٹرنیشنل اسلامی مشن پاکستان کے جنرل سکریٹری اور مدرسہ عثمانیہ تعلیم الاسلام جکر ضلع جہلم کے مہتمم مفتی رشید احمد ارشد نے خطبہ جمعہ کے دوران دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر دارالعلوم دیوبند کی تاریخ ساز خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے فرزندان دیوبند سے اپیل کی ہے کہ صد سالہ تقریبات کو پوری دنیا میں منایا جائے۔ بالخصوص اسلامیہ جمہوریہ پاکستان میں پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات کے موقع پر تو وقت اور حالات نیز ملک کی قومی سرحدوں اور نظریاتی سرحدوں کا بھی تقاضہ ہے کہ انقلابی لوگ انقلابی اسلام کو مؤثر بناکر دہریت اور کمیونزم کی یلغار کا مقابلہ کریں۔ اور نظریہ پاکستان کی تکمیل و نفاذ کی طرف موجودہ حکومت کی کچھ پیش قدمی کو اسلامی نظام کے عملی نفاذ تک پہنچانے کے لئے آگے آئیں۔ انہوں نے پاکستان اور دنیا بھر میں بائیس عظیم تحریکوں بالخصوص پاکستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں بنگلہ دیش کے نو کروڑ اور ہندوستان کے پینسٹھ کروڑ کے قریب انسانوں کو غلامی سے آزاد کرانے پر دارالعلوم دیوبند کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

غوثپور میں صفائی کا ناقص انتظام

غوثپور شہر اپنے اندر ایک بڑی آبادی سموئے ہوئے ہے، مگر یہاں کی صفائی کی حالت دیدنی ہے۔ اکثر جگہوں پر گندگی کے ڈھیر پڑے رہتے ہیں۔ نالیوں کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ گندگی سے سخت متعفن اٹھتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ سے شہر میں وبا پھیلنے کا خطرہ ہے نیز یہ کہ شہر کی سڑکیں بے حد خراب ہیں۔ بلدیہ کو اس بارے میں کئی بار یاد دہانی کرائی گئی ہے مگر بلدیہ حکام بالکل دھیان نہیں دیتے۔

ہم ڈپٹی کمشنر ضلع جیکب آباد سے اپیل کرتے ہیں کہ ہمارے مسائل حل کرنے کے لئے خود غوثپور شہر کا دورہ فرمائیں۔

محمد عثمان ادگاہی عبدالکریم

موت العالم موت العالم

غوثپور: گذشتہ دنوں غوثپور سندھ کے ایک ممتاز عالم دین فاضل دیوبند حضرت مولانا عبدالکریم رفیق کار حضرت مدنیؒ اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا موصوف ایک برگزیدہ عالم باعمل تھے، جنہوں نے اپنی زندگی دین کی تعلیم و تبلیغ میں وقف کر دی تھی۔ مولانا ضلع جیکب آباد کے لئے ایک ستون تھے۔ قوم ادگاہی کو ان کی رحلت پر سخت صدمہ ہے۔ ہم بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں۔ اللہ پاک مولانا موصوف کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے

قاتلوں کو سزائے موت دی جائے:

ہم آپ کے مؤقر جریدہ کی وساطت سے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور گورنر صوبہ سندھ جناب ایس ایم جنرل عباسی سے اپیل کرتے ہیں کہ جس طرح نواب محمد خاں کے قاتلوں کو بے نقاب کرکے پھانسی پر لٹکایا گیا ہے اسی طرح عالم دین حضرت مولانا شمس الدین شہیدؒ میرا حمد شہیدؒ، جناب عبدالقیوم عرف بلوچ خان شہیدؒ کے قاتلوں کو گرفتار کرکے سزائے موت دی جائے تاکہ اس ملک میں عدل و انصاف کا توازن برقرار رہ سکے۔

مولانا میر محمدؒ
محمد عثمان عبدالکریم
غوثپور سندھ

وفاقی وزارت تعلیم توجہ فرمائے

آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے محکمۂ تعلیم کے اعلیٰ حکام اور مارشل لاء حکام کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ موجودہ حکومت مکتب سکیم میں گہری دلچسپی لے رہی ہے وہ باعث صد مسرت ہے، لیکن ہم بہاولپور ڈویژن تنظیم اساتذہ کسمپرسی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ کئی سال سے ہمیں محروم کیا جا رہا ہے۔ اس تنظیم مکاتب سکیم کو رائج ہوئے عرصہ پچیس سال ہو چکا ہے لیکن آج تک کسی نے

توجہ نہ دی۔ تنظیم اساتذہ کی ماہوار تنخواہ سو روپے سے بھی کم ہے۔ اس ترقی یافتہ مہنگائی کے کٹھن دور میں ہم پر بہت بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ ہر سال محکمہ تعلیم کے افسران ہمیں حسین وعدوں پر ٹالتے رہتے ہیں۔ اساتذہ کی ڈیوٹی چھ گھنٹے ہوتی ہے پرائمری تعلیم کے علاوہ قرآن مجید حفظ و ناظرہ بھی پڑھاتے ہیں۔ ہمارے سکولوں کے بچے باقاعدہ سکالرشپ حاصل کرتے ہیں۔ باقاعدہ ہر سال بچوں کا سالانہ امتحان ہوتا ہے۔ ہم میں میٹرک، پی۔ ٹی۔ سی اساتذہ بھی تعینات ہیں۔ میں وفاقی وزیر تعلیم کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ ہماری تنخواہیں بڑھائیں۔ کم از کم سکیل ۶ اور مہنگائی الاؤنس دیا جائے۔

ماسٹر خلیل احمد
جنرل سیکرٹری
تنظیم ٹیچرز ایسوسی ایشن، منیجمن آباد

طلبہ باطل قوتوں کے خلاف منظم اور متحد ہو جائیں

سید عبدالمجید ندیم

ہنگو: جمعیۃ طلبہ اسلام ہنگو کی دعوت پر سید عبدالمجید ندیم صاحب ناظم عمومی مجلس تحفظ حقوق اہلسنت والجماعت مدرسہ مفتاح العلوم تشریف لائے۔ مدرسہ کے باہر طلبہ نے نہایت پرجوش اور والہانہ استقبال کیا۔ بعد ازاں دارالعلوم کی وسیع و عریض مسجد میں ایک جلسۂ عام منعقد ہوا۔ صدارت کے فرائض مدرسہ کے مہتمم اور طلبہ کے سرپرست جناب حافظ فخر الاسلام صاحب نے انجام دیے جبکہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض یونٹ کے ناظم عمومی جناب سراج الدین صاحب شیرانی انجام دے رہے تھے۔ تلاوت کلام پاک قاری فتح محمد شاہ صاحب نے کی۔ بعد میں مقامی یونٹ کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ بعد ازاں شاہی مسجد کے خطیب جناب مولوی محمد رفیق صاحب نے تنظیم اور اس کی ضرورت پر پر زور خطاب فرمایا۔

مولانا سید عبدالمجید ندیم صاحب نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے طلبہ کو نصیحت کی کہ لادینیت کا سیلاب روکنے کے لئے اپنے آپ کو منظم اور متحد کریں۔ اسلاف کے نقش قدم پر چلیں۔ ماضی کی طرح کوتاہیوں سے بچنے کے لئے اور شاندار مستقبل کے لئے اپنے آپ کو میدانِ عمل میں لاکر جرأت اور استقلال کا ثبوت دیں۔

نظام العلماء کا قیام

ملک کے ممتاز عالم دین مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور مولانا مفتی محمود نے علماء کی ملک گیر تنظیم "نظام العلماء" کے احیاء کا اعلان کیا ہے اور ملک بھر میں علماء سے کہا ہے کہ وہ ہر سطح پر "نظام العلماء" کی شاخیں قائم کر کے اپنی دینی و تبلیغی سرگرمیوں میں رابطہ پیدا کریں۔ دونوں راہنماؤں نے آج یہاں ایک بیان میں کہا ہے کہ سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد ہونے کے بعد دینی و مذہبی محاذ پر علماء کی سرگرمیوں میں رابطہ پیدا کرنے کی ضرورت تھی اور اسی مقصد کیلئے "نظام العلماء" کے احیاء کا اعلان کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ "نظام العلماء" لوگوں کو اسلامی نظام کی برکات سے آگاہ کرنے اور اسلامی احکام کی پیروی کیلئے تبلیغی کام کرے گی اور لادینیت اور باطل نظریات کا مقابلہ کرے گی۔

مولانا محمد عبداللہ درخواستی نے مولانا عبیداللہ انور کو صوبہ پنجاب، مولانا محمد شاہ امروٹی کو صوبہ سندھ، مولانا محمد ایوب جان بنوری کو صوبہ سرحد اور مولانا عبدالواحد کو صوبہ بلوچستان کے لئے "نظام العلماء" کا کنوینر مقرر کیا ہے اور انہیں ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے صوبوں میں "نظام العلماء" کی ہر سطح پر تنظیم و تشکیل کیلئے کام شروع کر دیں۔

دعاء صحت کی درخواست

انجمن ربانیہ بھوئی گاڑ کے مہتمم اور ضلع اٹک کے جلیل القدر عالم دین مولانا مفتی حکیم عبدالحئی صاحب پنڈی سے لاہور جاتے ہوئے رواٹ کے قریب ویگن کے حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ مولانا اور ان کے فرزند حکیم احمد حسن قریشی دیوبند کے صد سالہ جشن میں شرکت کے لئے جا رہے تھے۔

قارئین ترجمان اسلام سے مولانا عبدالحئی صاحب اور حکیم احمد حسن قریشی کے لئے دعاء صحت کی درخواست کی جاتی ہے۔

کامیابی

لیہ بار کونسل کے الیکشن میں مہر احمد علی صاحب وانڈر ایڈووکیٹ بار کونسل کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے ہیں۔ موصوف لیہ کی ممتاز قانون دان شخصیت ہیں۔

تعزیت :-

لودھراں: تنظیم فلاح طلبہ لودھراں کا ایک تعزیتی اجلاس زیر صدارت جان محمد شاہد منعقد ہوا جس میں جمعیۃ طلبہ اسلام کے مرکزی صدر جاوید ابراہیم پراچہ کے والد محترم حاجی محمد ابراہیم پراچہ کی وفات پر اظہار افسوس کیا گیا۔ اجلاس میں مرحوم کی دینی و ملی خدمات کو سراہا گیا۔ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

افغان مہاجرین کی دل کھول کر مدد کی جائے

ہری پور: دارالعلوم معارف القرآن میں ۳ فروری کو عشاء کے بعد مولانا حکیم احمد حسن قریشی کی صدارت میں جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ سے مدرسہ تجوید القرآن کے مہتمم مولانا ضیاء الدین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایسی مجالس کے انعقاد

سے مقصود قربِ الٰہی کا حصول اور رجوع الی اللہ ہے۔ مولانا شمس الدین آف حسن ابدال نے حالاتِ حاضرہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور عوام سے اپیل کی کہ وہ افغان مجاہدین کی دل کھول کر مدد کریں۔ افغان مہاجرین کی اسلام اور وطن کی خدمات قابلِ صد تحسین ہیں۔ جلسہ میں حکیم عبدالرشید انور، مولانا محمد ابوبکر، مولانا محمد ایوب، مولانا گل رحمان، مولانا علی محمد نے بھی شرکت کی۔

اسلامی قدریں زندہ رکھی جائیں

نعمان پورہ: مجلس اتحاد المسلمین آزاد جموں کشمیر کے ناظم اعلیٰ مولانا امیر الزماں صاحب نے ایک پریس ریلیز میں دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ تقریبات کا خیر مقدم کرتے ہوئے امید ظاہر کی ہے کہ دنیا کے ہر حصے سے آنے والے ہزارہا علمائے کرام اپنی مادرِ علمی میں جمع ہو کر دنیا کے مسلمانوں کی اجتماعی فلاح و بہبود کے متعلق ایک بہتر لائحۂ عمل تیار کرنے پر متفق ہو جائیں گے۔

انہوں نے کہا کہ چودھویں صدی کے اوائل میں جب مغربی تہذیب کی قاہری نے برصغیر کے مسلمانوں کو جسمانی غلامی کے ساتھ ساتھ ذہنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ لیا تھا تو اسلامی تہذیب اور علم و فکر کا آخری حصار دیوبند ہی تھا جس نے بڑی استقامت سے اسلاف کا علمی ورثہ محفوظ کئے رکھا اور پوری امانتداری سے نئی نسل کو منتقل کر دیا۔ مرعوبیت کے اس زمانہ میں برصغیر کے مسلمانوں نے علیگڑھ اور دیوبند دو ادارے قائم کئے تاکہ اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت کو بچایا جا سکے۔ علی گڑھ مسلمانوں کے مادی پہلوؤں کا ترجمان تھا جبکہ دیوبند روحانی اور اخلاقی قدروں کا علمبردار تھا اور اس ادارے کے مؤسس اعلیٰ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر موجودہ ناظمِ اعلیٰ حضرت قاری محمد طیب صاحب تک جن لوگوں نے دارالعلوم کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لی اعلیٰ کردار اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و سیرت سے مزین رہے ہیں۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ پندرھویں صدی ہجری کے آغاز کے پس منظر میں دنیا کے علمائے کرام کا جمع ہونا بڑا نیک فال ہے اور اس عظیم الشان اجتماع سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ تمام دنیا کے مقہور اور مظلوم مسلمانوں کی حمایت کرنے اور دین اسلام کو سربلند کرنے کے لئے لائحۂ عمل تیار کر سکے گا۔ افغانستان کے مسلمان ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ فلسطین اور یروشلم کا مسلمان بے وطن اور بے سہارا ہے اور خود ہندوستان اور کشمیر کا مسلمان بھارتی سامراج کا تختۂ مشق بنا ہوا ہے۔ ان حالات میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے حق خود اختیاری اور بھارتی مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نیز مسلمان ممالک کے اتحاد جیسے مسائل پر غور کیا جانا چاہیئے تاکہ وہ روایات اور قدریں زندہ رہیں جن کے لئے علمائے دیوبند نے تاریخ کے ہر دور اور حالات کے ہر زیر و بم میں قربانیاں دی ہیں۔

انتقالِ پُرملال

رحیم یار خاں: گذشتہ دنوں محترم الحاج تاجدین صاحب جو صوفی غلام رسول صاحب اور صوفی محمد حسین اور محمد حسن اور حافظ سیف اللہ کے والد گرامی تھے بقضائے الٰہی فوت ہو گئے۔ مرحوم مجلس احرار اسلام کے مخلصین حضرات میں سے تھے اور دین الٰہی کی سربلندی کے لئے ہمیشہ ہمیشہ پیش پیش تھے۔ مولانا غلام ربانی، مولانا قاری حماد اللہ شفیق، مولانا غلام مصطفےٰ، مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا شفیق الرحمن درخواستی اور عبدالصبور خاں ڈاہر نے حاجی صاحب مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی اور ان کے پسماندگان صاحبزادگان سے اظہار تعزیت کرنے پر صبر جمیل کی دعا کی۔

تعزیت:۔

ہم حاجی شیر محمد صاحب کاٹن فیکٹری چشتیاں کے بڑے لڑکے محمد علی کی اچانک کار کے حادثہ میں موت پر غم کا اظہار کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ محمد علی صاحب مرحوم کو خدا جنت الفردوس میں جگہ دے اور غمزدہ اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

نیاز احمد شاد، مولانا بشیر احمد شاد
حافظ رشید احمد، محمد یسین
چشتیاں

سچے موتی

- جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کرو۔
- خدا تعالےٰ ان چھ چیزوں کو ناپسند کرتا ہے:
  ۱۔ اونچی آنکھیں
  ۲۔ جھوٹی زبان
  ۳۔ وہ ہاتھ جو بے گناہ کو آزار پہنچائے
  ۴۔ وہ دل جو بُرے منصوبے باندھتا ہے۔
  ۵۔ وہ پاؤں جو جلد بُرائی کی طرف دوڑتے ہیں۔
  ۶۔ وہ گواہ جو جھوٹ بولتا ہے اور جو بھائیوں کے درمیان جھگڑے پیدا کرتا ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ ہرگز تعمیل نہ ہوگی

محمد سلیم قریشی

مقاصدِ پاکستان کی تکمیل کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا جائیگا۔

★ ندیم اقبال اعوان

موجودہ نظامِ تعلیم اسلامی معاشرے کی تشکیل میں ایک رکاوٹ ہے: نذیر احمد پنہوار

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی ناظم عمومی جناب ندیم اقبال اعوان نے یوم پاکستان کے موقع پر طلبہ بھائیوں کے نام ایک پیغام میں کہا ہے کہ پاکستان عظیم قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا تھا اور ان قربانیوں کے پس منظر میں وہ عظیم مقاصد تھے جس کے لئے مسلمانانِ ہند نے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا پاکستان صرف اور صرف اسلامی نظام کے قیام کے لئے معرضِ وجود میں آیا تھا، لیکن افسوس کہ وہ مقاصد ابھی تک حاصل نہیں ہو سکے۔

انہوں نے مزید کہا کہ مقاصد پاکستان کی تکمیل میں علماء کی کوششیں قابلِ تحسین ہیں، جن کو تاریخ کے کسی موڑ پر بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن دوسری طرف ہمیشہ وہ بیمار اور گندہ ذہن مقاصد پاکستان کی تکمیل کے راستے میں رکاوٹ بنا رہا ہے جو اپنے آپ کو پاکستان کا تنہا وارث سمجھتا ہے اور اس کی آڑ میں ملک کے اندر انتشار پیدا کر کے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرتا رہا ہے۔ کسی نہ کسی واسطے سے تحریک پاکستان سے وابستگی ظاہر کر کے انعام واکرام اور مسندِ حکومت کا تنہا حقدار سمجھتا ہے اور برسرِ اقتدار آکر آج تک عوام اور ملک کو لوٹتا رہا ہے۔

جناب ندیم اقبال نے کہا کہ طلباء کو اس گروہ سے چھٹکارا حاصل کر کے مقاصدِ پاکستان کی تکمیل کے لئے منظم جدوجہد کے تحت میدانِ عمل میں آنا ہوگا۔

جمعیۃ طلبہ اسلام پاکستان صوبہ سندھ کے صدر اور چانڈکا میڈیکل کالج لاڑکانہ کے طالب علم راہنما جناب ڈاکٹر نذیر احمد پنہوار نے ایک بیان میں حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے اسلامی نظام تعلیم جلد نافذ کیا جائے، اور اس نظام تعلیم سے اسلامی طرز فکر اور اسلامی کردار کے حامل افراد تیار کیے جائیں جن کی سوچ اور عمل قرآن وسنت کے مطابق ہو۔

انہوں نے مزید کہا کہ اقوام مغرب نے عالم اسلام پر تسلط حاصل کرنے کے بعد تقریباً تمام ممالک اسلامیہ میں ایسا نظام تعلیم رائج کیا جو مسلمان نسلوں کو اسلام سے دور اور مغربی افکار و تہذیب سے قریب تر کر دے۔ اس کے نتیجہ میں دو مختلف سانچوں میں دو مختلف ذہن اور کردار ڈھلنے لگے۔ ایک کا رشتہ دین سے کٹ گیا تو دوسرے کا وقت کے عملی تقاضوں سے۔ وہ ایک امت کے افراد معلوم ہونے کی بجائے الگ الگ مذاہب پرکاربند نظر آنے لگے۔ ہر دو کی وضع قطع، شکل وصورت، سوچ بچار، افکار کردار، ایمان وعمل میں بعد المشرقین پیدا ہو گیا۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے مزید کہا کہ یہ فرنگی کا عطا کردہ نظام تعلیم اسلامی معاشرے کی تشکیل میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ حکومت اسلامی نظام تعلیم کو نافذ کر کے ملک وملت کی ترقی کا دروازہ کھولے۔

شمولیت

گورنمنٹ ہائی سکول ہنگو (سرحد) کے ممتاز طالب علم راہنما جناب شہید الزمان نے جمعیۃ طلبہ اسلام کے انقلابی پروگرام سے متاثر ہو کر اسلامی جمعیۃ سے استعفیٰ دے دیا اور باقاعدہ طور پر جمعیۃ طلبہ اسلام میں شامل ہونے کا اعلان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جمعیۃ طلبہ اسلام ہی واحد تنظیم ہے جو نوجوانوں میں اسلامی جذبہ پیدا کرنے میں ہمہ تن مصروف ہے اور اس کے نوجوان ایک مثالی مؤمن ہیں جو ہر میدان میں حق و صداقت کا علم بلند کئے رکھتے ہیں۔

جمعیۃ طلبہ اسلام کے مقامی صدر جناب محمد حبیب اور دوسرے طالب علم راہنماؤں نے جناب شہید الزمان کا جمعیۃ طلباء اسلام میں شمولیت پر پرجوش خیر مقدم کیا ہے۔

ضلع شکارپور (سندھ)

جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع شکارپور کی مجلس عمومی کا اجلاس ۲۴ اپریل بروز جمعرات کو بعد نماز مغرب مدرسہ عربیہ محمدیہ تعلیم القرآن رستم میں طلب کیا گیا ہے۔ اس اجلاس میں جناب مولانا غلام قادر پھنوار مہمان خصوصی ہوں گے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا محمد یعقوب مہراف سومرانی شریف، مولانا عبدالحق، جناب نذیر احمد پھنوار۔ جناب عبدالغنی انصاری اور جناب خالد محمود سومرو خطاب کریں گے۔ اس موقع پر ضلع شکارپور کے انتخابات بھی عمل میں لائے جائیں گے۔

صوبائی صدر ڈاکٹر نذیر احمد پھنوار نے اس ضلع بھر کی شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی شاخوں کی مفصل رپورٹ کی تین تین کاپیاں ہمراہ لائیں۔

انتخاب دارالعلوم کبیروالا

جمعیۃ طلبہ اسلام دارالعلوم کبیروالا ضلع ملتان کا ایک اجلاس ہوا جس میں جناب مولانا ظفر احمد قاسم نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں جمعیۃ طلبہ اسلام کا از سر نو انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر	:	جناب عالم شیر
نائب صدر	:	،، سلیم اعجاز کشمیری
ناظم عمومی	:	،، نذر محمد
ناظم	:	،، محمد ادریس
،، اطلاعات	:	،، محمد جعفر زاہد
،، مالیات	:	،، قمر منیر

پیر محل (ضلع فیصل آباد)

جمعیۃ طلبہ اسلام پیر محل کا ایک اجلاس زیر صدارت حافظ عبداللطیف عثمانی منعقد ہوا۔ اجلاس میں کام کو تیز کرنے کے لئے غور و خوض کیا گیا۔ اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ سابقہ کابینہ توڑ کر از سر نو کنوینگ باڈی تشکیل دی جائے جو تین ماہ میں معاونت سازی مکمل کر کے از سر نو انتخاب کروائے چنانچہ مندرجہ ذیل ارکان کی ایک کنوینگ باڈی تشکیل دی گئی:

غلام شبیر — کنوینر
گورنمنٹ کالج پیر محل

محمد نعیم — نائب
گورنمنٹ کالج پیر محل

(ارکان) دانشمند
گورنمنٹ کالج پیر محل

محمد اعظم
گورنمنٹ کالج پیر محل

عتیق الرحمٰن
گورنمنٹ ہائی سکول

ندیم
گورنمنٹ ہائی سکول

اجلاس میں حافظ عبداللطیف عثمانی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

"جمعیۃ طلبہ اسلام تعلیمی اداروں کے امن و عامہ کو درہم برہم نہیں ہونے دے گی اور ہر اس کوشش کے خلاف مدافعت کرے گی جو تعلیمی اداروں کو خاص نظریات کی آماجگاہ بنانا چاہتے ہیں۔"

اجلاس کے بعد جناب عثمانی صاحب کو گورنمنٹ کالج پیر محل میں ان کی بہترین کارکردگی کے اعزاز میں جس میں انہوں نے انٹر کے امتحان میں کالج میں سیکنڈ پوزیشن حاصل کی ایک ضیافت دی گئی اور جمعیۃ پیر محل کے کنوینر جناب غلام شبیر نے انکو سپاسنامہ پیش کیا۔

مچھی بنڈہ

گذشتہ روز جمعیۃ طلبہ اسلام مچھی بنڈہ ضلع جیکب آباد کا اجلاس زیر صدارت عبدالرحیم صاحب اوگاہی منعقد ہوا جس میں جناب عبدالحلیم، عبدالسبحان، عبدالخالق اور شفیع محمد نے شرکت کی۔ ناظم اعلیٰ جناب اسداللہ صاحب نے خطاب کیا۔ انہوں نے کارکنوں سے اپیل کی کہ وہ وضع قطع شریعت کے مطابق بنائیں۔

> **توجہ فرمائیں**
>
> جمعیۃ طلبہ اسلام سے متعلق تمام تر خط و کتابت جمعیۃ طلبہ کے مرکزی دفتر ۴۔ بی شاہ عالم مارکیٹ کے پتے پر کی جائے۔ ضروری تاکید ہے۔

رستم (ضلع شکارپور)

گذشتہ دنوں مدرسہ عربیہ محمدیہ تعلیم القرآن کے مہتمم دین محمد قریشی کی دعوت پر مبلغ اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ چند صاحب رستم میں تشریف لائے۔ اس دعوت میں مولانا محمد یعقوب صاحب، مولانا عبدالحق صاحب، مولانا دھنی بخش صاحب، مولانا عبدالفتاح صاحب نے بھی شرکت کی۔

بعد نماز عشاء جلسۂ عام کا پروگرام رکھا گیا۔ جلسہ میں عوام الناس نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مسجد و مدرسہ لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حافظ شفیع محمد مہاجر صاحب جناب سلام الدین قریشی، علی شیر مہر ـ غلام قادر مہر، عبدالغنی قریشی، علی نواز مہر، شمس الحق والیو، حافظ نبی بخش صاحب، دین محمد مہر، امداد علی کلہوڑہ اور منشی خان نے جلسہ کو کامیاب بنانے میں بھرپور کوشش کیں۔

بعدہٗ مبلغ اسلام شعلہ بیان حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب سٹیج پر آئے اور عوام الناس سے ولولہ انگیز خطاب کیا جو تقریباً اڑھائی گھنٹے جاری رہا۔ جلسہ گاہ نعرہ ہائے تحسین سے گونج رہا تھا۔

دارالعلوم دیوبند

صدسالہ جشن کے موقع پر

تو عظیم اور تیرے بانی بھی یقیناً تھے عظیم
خاص ہیں تجھ پر عنایاتِ خداوندِ کریم

آبیاری تو نے کی ہے گلشنِ اسلام کی
ہر طرف پھیلا ہوا ہے تیرا فیضانِ عمیم

خُم کے خُم تو نے لنڈھائے بادۂ عرفان کے
بالیقیں ہے تیرا مے خواروں پہ احسانِ عظیم

تو نے قائم کی جہاں میں دین و تقویٰ کی فضا
سلف کو آئی تھی تجھ سے علم و عرفاں کی نسیم

تیرے پروانوں نے آزادی کا لہرایا علَم
تیرے فرزانوں سے گھبراتا تھا افرنگی لئیم

ہیں ترے معمارِ اوّل حضرتِ نانوتویؒ
فخر تھا جن کی رِدا اور معرفت جن کی گلیم

مدّتوں شامل رہا ہے سرپرستوں میں ترے
عاشقِ سنّت رشید احمدؒ سا انسانِ عظیم

تیری آغوشِ محبّت میں پلے تھے تھانویؒ
جو سراجِ اولیاء ہیں اور امت کے حکیم

تیری ہی مٹّی سے اٹھے تھے اسیرِ مالٹا
جنکو بخشا تھا خدائے پاک نے قلبِ سلیم

تیری نسبت پر ہمیشہ ناز فرماتے رہے
حضرت مدنیؒ امام اولیا جنّت مقیم

فیض پایا تیرے فرزندوں سے انور شاہؒ نے
جو ذکی تھا، نابغہ تھا عبقری تھا اور فہیم

تھے عبیداللہ سندھیؒ خوشہ چینوں میں ترے
سرنگوں ہے عظمتوں کے سامنے جن کی غنیم

قاری طیّب سا عظیم انساں ہے تیرا مہتمم
کوہِ عزم و علم ہے جو اور اوّاہ و حلیم

تجھ کو بخشا ہے خدا نے وہ علوِ مرتبت
صالحیں تیرے دُعا گو اولیا تیرے ندیم

گونجتے ہوں زمزمے قرآن و سنت کے جہاں
کیوں وہاں سے پھر نہ ہو مایوس شیطانِ رجیم

کیوں نہ میں اکرام ان ابرار کی مدح کروں
جنکی توصیف و ثنا کرتا ہے قرآنِ حکیم

اکرام القادری